دیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی المرتضیٰؓ کے پاکیزہ احوال اور لافانی
کارناموں پر اردو زبان کے بے بدل ادیب کی نادر و نایاب تصنیف

خلفائے راشدینؓ

خلفائے راشدینؓ

چراغ حسن حسرت

نگارشات

24-مزنگ روڈ ○ لاہور۔ FAX:7354205 PH:0092-42-7322892

e-mail:nigarshat@yahoo.com

Marfat.com

68958

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: خلفائے راشدینؓ

مصنف: چراغ حسن حسرت

ناشر: آصف جاوید

برائے نگارشات پبلشرز' 24- مزنگ روڈ' لاہور

PH:0092-42-7322892 FAX:7354205

مطبع: المطبعۃ العربیہ' لاہور

سال اشاعت: 2005ء

قیمت: =/100 روپے

DATA ENTERED

Marfat.com

فہرست

♦... حضرت ابوبکر صدیق ؓ 5

O... ابتدائی زندگی 7

O... اسلام لانے کے بعد 9

O... ہجرت 13

O... ہجرت کے بعد 18

O... رسول اللہ ﷺ کی وفات 24

O... حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت 26

O... اندرونی فتنے 28

O... روم اور ایران کی لڑائیاں 34

O... وفات 42

♦... حضرت عمر فاروق ؓ 45

O... اسلام سے پہلے 47

O... اسلام قبول کرنا 49

O... اسلام لانے کے بعد 52

O... ہجرت کے بعد 55

O... حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت کا زمانہ 62

O... خلافت 65

O... عراق اور ایران کی لڑائیاں 70

O... شام اور مصر کے معرکے 81

Marfat.com

○... حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ 89
○... وفات 95
○... اولاد 97
○... زمانۂ خلافت میں نئی نئی ایجادیں 99

♦... حضرت عثمان غنیؓ 101
○... ابتدائی زندگی 103
○... اسلام لانے کے بعد 105
○... مدینہ میں 108
○... پہلے دو خلیفوں کے زمانے 112
○... حضرت عثمانؓ کی خلافت 115
○... افریقہ اور آرمینیا کی لڑائیاں 118
○... حضرت عثمانؓ کا زمانہ 124
○... بغاوت 128
○... حضرت عثمانؓ کی شہادت 130
○... حضرت عثمان غنیؓ کے فضائل 135

♦... حضرت علی مرتضیٰؓ 137
○... ابتدائی زندگی 139
○... مکی زندگی کے تیرہ برس 142
○... مدینہ میں 145
○... بدر اور اُحد 148
○... خندق کی لڑائی 152
○... رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 159
○... خلافت 163
○... شہادت 171
○... حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ 173

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکرؓ کا سینہ ایمان کا خزانہ تھا' ان کا قدم کبھی نہیں ڈگمگایا۔ اسلام کی سچائی کے بارے میں ان کے دل میں کبھی شک نہیں پیدا ہوا اور ان کی اسی خوبی کی وجہ سے انہیں صدیقؓ کا لقب ملا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سینہ ایمان کا خزینہ تھا اور اُن کے دل کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبت نے مالا مال کر رکھا تھا۔ انہوں نے اگرچہ صرف سوا دو برس خلافت کی' لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں ایسے کارنامے انجام دیئے جنہیں صدیوں انجام دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

شمال

[illegible]

Marfat.com

ابتدائی زندگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے ساتھی اور رفیق تھے۔ اسلام لانے سے پہلے ان کا نام عبدالکعبہ تھا' مسلمان ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ ابوبکر ان کا نام نہیں کنیت ہے' لیکن وہ زیادہ تر اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

قریش بہت بڑا قبیلہ تھا' جو مکہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی کئی شاخیں تھیں جن میں سے ایک شاخ بنی تمیم کہلاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ بنی تمیم ہی میں سے تھے اور ان کا خاندان بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ ان کے والد کا نام عثمان تھا اور کنیت ابوقحافہ۔ اس زمانہ میں کوئی خاص سن رائج نہ تھا۔ قریش کسی اہم واقعہ سے پیدائش اور موت کی تاریخوں کا حساب لگایا کرتے تھے اور سن بھی یونہی بنتے ہیں۔ کسی اہم واقعہ سے لوگ تاریخوں کا حساب لگاتے ہیں اور وہی سن بن جاتا ہے۔ اس زمانہ میں قریش واقعہ فیل سے تاریخوں کا حساب کیا کرتے تھے' فیل عربی زبان میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔ ایک حبشی سردار بہت سے ہاتھی لے کر کعبہ کو ڈھانے آیا تھا' لیکن اللہ کی قدرت کہ جب وہ مکہ پہنچا تو اس کی فوج اور ہاتھیوں پر تباہی آئی اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس واقعہ سے ڈھائی برس کے بعد پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ سے وہ عمر

Marfat.com

میں دو برس چھوٹے تھے۔

اسلام لانے سے پہلے بھی حضرت ابوبکرؓ کا شمار قریش کے بڑے معزز لوگوں میں ہوتا تھا۔ قریش اور عرب کے دوسرے قبیلے بالکل آزاد تھے ان پر کوئی حاکم نہیں تھا۔ البتہ انہوں نے اپنے علاقے کا انتظام کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ مختلف کام مختلف قبیلوں کے سپرد کر رکھے تھے۔ قریش کی دس بڑی بڑی شاخیں تھیں' ہر شاخ کے سپرد کوئی نہ کوئی کام تھا۔ جب کوئی اہم ضرورت آ پڑتی تو یہ لوگ آپس میں مشورہ کر لیتے۔ مثلاً بنی ہاشم یعنی آنحضرت ﷺ کے خاندان میں سے ایک شخص کے سپرد یہ کام تھا کہ حج کے موقع پر لوگوں کو پانی پلائے۔ بنوامیہ کے پاس قریش کا جھنڈا رہتا تھا اور اس خاندان کا سردار جنگ کے موقع پر جھنڈا لیے فوج کے آگے آگے ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کا کام مقدموں کے فیصلے کرنا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے خاندان کی طرف سے دیوانی اور فوجداری مقدموں کے فیصلے کرتے تھے اور جب کسی مقدمہ میں کوئی مشکل آن پڑتی تھی تو لوگوں کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا پیشہ تجارت تھا۔ وہ شام اور یمن جاتے تھے اور وہاں سے کپڑے لا کر مکہ میں بیچتے تھے۔ وہ پہلی مرتبہ سفر پر نکلے تو ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ تجارت کے لیے سفر کیا' تجارت کی وجہ سے عرب کے مختلف حصوں کے لوگ انہیں اچھی طرح جانتے تھے اور ان کی نیکی اور دیانتداری کی وجہ سے ان کی عزت کرتے تھے۔ عربوں میں بہت سی برائیاں آ گئی تھیں' وہ شراب کھلے بندوں پیتے تھے' جوا کھیلتے تھے۔ بعض عرب قبیلے ڈاکے ڈالتے' راہ چلتوں کو لوٹتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

لیکن حضرت ابوبکرؓ شروع سے بڑے نیک اور پرہیزگار تھے' محنت مشقت سے روزی کماتے' غریبوں اور بیکسوں کی مدد کرتے۔ شراب انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی نہیں پی اور اسلام لانے کے بعد تو ان کی حالت ہی بدل گئی۔ پہلے شعر کہا کرتے اور ان کا شمار بہت اچھے شاعروں میں ہوتا تھا لیکن مسلمان ہونے کے بعد شعر کہنا بھی چھوڑ دیا۔

Marfat.com

اِسلام لانے کے بعد

آنحضرت ﷺ کو چالیس برس کی عمر میں نبوت ملی' اس وقت حضرت ابوبکرؓ اڑتیسویں برس میں تھے۔ اُن کی تجارت ترقی پذیر تھی اور وہ اکثر تجارت کا مال لے کر شام اور یمن جایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کی جان پہچان تو مدت سے تھی' لیکن آنحضرت ﷺ کے نبوت پانے سے کوئی سال بھر پہلے میل جول بڑھا اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ وہ ایک دفعہ شام سے واپس آئے تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ ابوطالب کے یتیم بھتیجے نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اسی وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام لانے کو کہا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اللہ

حضرت ابوبکرؓ ان لوگوں میں سے ہیں' جو سب سے پہلے اسلام لائے جبکہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں' مردوں میں حضرت ابوبکرؓ۔ لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ۔ یہ چاروں ایک ہی زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ تو سب سے پہلے ایمان لائی تھیں۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ باقی تین صحابیوں میں سے کس نے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے ماں باپ مدت تک اسلام نہیں لائے۔ ان کے والد ابوقحافہ نے اپنے بیٹے سے اکیس برس کے بعد یعنی فتح

Marfat.com

مکہ کے موقع پر نوے برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور چھیانوے برس کی عمر میں یعنی حضرت ابوبکرؓ کی وفات سے دوڑھائی برس کے بعد وفات پائی۔ مکہ کے بہت سے لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ ہی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے لوگ شامل تھے' جنہوں نے اللہ کے سچے دین کی خاطر بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور ہر امتحان میں پورے اترے۔ جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا' اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ اس میں انہوں نے صرف پانچ ہزار درہم اپنے لیے رکھ لیے اور باقی اسلام کی ترقی دینے کے لیے خرچ کرڈالے۔

جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا' ان پر کافر بڑی بڑی سختیاں کرتے تھے ان میں جو لوگ آزاد تھے اور اونچے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے ان پر تو کسی کو ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ہاں جو غلام مسلمان ہوگئے تھے ان پر بڑے ظلم توڑے جاتے تھے ان میں ایک حبشی غلام حضرت بلالؓ بھی تھے جن کے دل کو اسلام نے نورانی کر رکھا تھا' ان کا آقا انہیں مارتے مارتے تھک جاتا تو دوپہر کے وقت ننگا کرکے مکہ کی تپتی ریت پر لٹا دیتا اور ان کے سینے پر پتھر کی سل رکھ دیتا تھا لیکن وہ اس حالت میں بھی ''احد' احد'' پکارتے تھے۔ ان کا آقا اس پر جھنجھلاتا اور انہیں شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹتے پھرتے اور ''احد' احد'' کی صداؤں سے مکہ کے گلی کوچے گونج اٹھتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے سات غلام جنہوں نے اسلام قبول کیا' خرید کے آزاد کیے۔ ان کے والد ابوقحافہ نے دیکھا تو کہنے لگے تم کو غلام ہی خریدنا تھا تو بڑے ڈیل ڈول اور مضبوط ہاتھ پاؤں کے غلام خریدتے جن سے ضرورت کے وقت کوئی کام لیا جاسکے نہ کہ ان کمزور اور مریل غلاموں کو جن سے دو قدم بھی چلا نہیں جاتا۔ انہوں نے جواب دیا' میں نے ان غلاموں کو کسی فائدے کے لیے خرید کر آزاد نہیں کیا بلکہ میں نے یہ کام صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے کیا ہے۔

حضرت بلالؓ جنہیں ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا اس مرتبے کے صحابیوں میں سے ہیں کہ حضرت عمرؓ انہیں اپنا سردار کہتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا ذکر آیا تو حضرت عمرؓ کہنے لگے ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا ہے۔

شروع شروع میں تین برس تک آنحضرت ﷺ نے کھلم کھلا اسلام کی تبلیغ نہیں کی' اسلام چپکے چپکے پھیلتا رہا اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ چوتھے برس آپ ﷺ نے کھلم کھلا اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس پر لوگ بھڑک اٹھے اور مسلمانوں پر بڑی سختیاں ہونے لگیں۔ انہیں دنوں ایک روز قریش کے بڑے بڑے آدمی خانہ کعبہ میں جمع تھے اور آنحضرت ﷺ ہی کا ذکر ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ خود تشریف لے آئے۔ ایک شخص بڑھ کر کہنے لگا کہ کیا تو ہی ہمارے خداؤں کی توہین کرتا ہے' آپ نے فرمایا بے شک' یہ سنتے ہی کافر آپ سے لپٹ گئے کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے جا کے کہا کہ اپنے دوست کی خبر لو' انہیں یہ سن کر تاب نہ رہی دوڑے دوڑے گئے اور کافروں کو ہٹاتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے پھر بڑے غصے کے عالم میں فرمایا' افسوس ہے تم ایک شخص کو صرف یہ کہنے پر مارے ڈالتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے۔

کافروں کو ان کا اس معاملہ میں دخل دینا بہت ناگوار گزرا' سب کے سب ان پر پل پڑے اور اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا۔

جب کافروں کا ظلم بہت بڑھ گیا تو بہت سے مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا جی آپ کو چھوڑ کر کہیں جانے کو تو نہیں چاہتا تھا لیکن جب مجبور ہو گئے تو وہ بھی یمن کے راستے حبشہ روانہ ہوئے۔ پانچویں منزل پر ایک شخص سے جس کا نام ابن الدغنہ تھا ملاقات ہوئی اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں' حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسری جگہ جا کے اللہ کی عبادت کروں۔

ابن الدغنہ بولا' آپ جیسا شخص جو اتنا مہمان نواز' غریبوں اور مسکینوں کا ہمدرد

ہو کیسے مکہ سے نکالا جا سکتا ہے میں آپ کی ضمانت دینے پر آمادہ ہوں۔ مکہ چلئے اور وہیں اللہ کی عبادت کیجئے۔ وہ ابوبکرؓ کو لے کر مکہ آیا اور قریش کے سرداروں سے ملا۔ انہوں نے اس شرط پر اس کی ضمانت کو قبول کی کہ ابوبکرؓ کو اللہ کی عبادت کرنی ہی ہے تو اپنے گھر کے اندر عبادت کریں۔

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا' انہوں نے یہ بات مان لی اور کچھ روز یہ حال رہا کہ وہ نماز گھر ہی میں پڑھتے۔ قرآن کی وہیں تلاوت کرتے پھر انہوں نے اپنے مکان کے احاطہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی وہیں نماز پڑھتے وہیں قرآن کی تلاوت کرتے۔ چونکہ وہ دل کے نرم تھے تلاوت کرتے تو طبیعت پر ایسا اثر پڑتا کہ بے اختیار رونا شروع کر دیتے تھے۔ ان کے اس رونے کی آواز سن کر لوگ راستہ چلتے چلتے رک جاتے اور کھڑے ہو کر سننے لگتے ان لوگوں میں عورتیں بھی ہوتی تھیں اور بچے بھی۔ قریش کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے مسلمان نہ ہو جائیں۔ ابن الدغنہ سے شکایت کی۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور انہیں سارا حال سنایا انہوں نے جواب دیا۔ اب تم میرا ذمہ نہ لو اور مجھے اللہ پر چھوڑ دو۔

Marfat.com

ہجرت

مکہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر مدینہ کی بستی ہے جسے ان دنوں یثرب کہتے تھے۔ وہاں کے کچھ لوگ مکہ آئے۔ آنحضرت ﷺ سے ملے ان سے قرآن کی آیتیں سنیں۔ مدینہ واپس جا کے انہوں نے دوسرے لوگوں سے آپ کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک سال چھ (6) دوسرے سال بارہ (12) اور تیسرے سال بہتر (72) آدمی مدینہ سے مکہ آئے اور مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کا اصرار تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ خود تو نہیں گئے البتہ صحابہؓ کو اجازت دے دی اور وہ ایک ایک کر کے مدینہ جانے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی مدینہ جانے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے یہ کہہ کے روک دیا کہ تم ابھی ٹھہرو۔ شاید مجھے بھی اللہ کی طرف سے مدینہ جانے کی اجازت مل جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت مدینہ چلنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنی دو اونٹنیوں کو ببول کی پتیاں کھلانے لگے۔

ایک روز حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ کسی نے آ کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے ہاں کبھی تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے کہا ضرور کوئی بڑا کام پڑ گیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت تشریف لائے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور

مکان کے اندر داخل ہوتے ہی کہنے لگے جو دوسرے لوگ یہاں موجود ہیں انہیں ہٹا دو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا' یہاں کوئی غیر نہیں میری دونوں لڑکیاں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا اور کیا مجھے ساتھ چلنے کی اجازت ہے جواب ملا' ہاں۔

حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اسمؓ نے سفر کا سامان تیار کیا۔ دستر خوان میں کھانا باندھا' مشکیزہ میں پانی بھرا' پھر جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں چپکے سے نکلے اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر ایک غار میں پہنچ گئے جو غار ثور کہلاتا تھا۔ تین دن دونوں اسی غار میں رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے لوگوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے فرزند عبداللہ شام کو غار میں جا پہنچتے۔ رات وہیں گزارتے صبح سویرے مکہ پہنچتے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق قریش میں جو مشورے ہوتے رہتے تھے' دن بھر ان کی سن گن لیتے۔ ایک اور صاحب کو بھی اس بھید کا پتا تھا ان کا نام عامر بن فہیرہ تھا۔ پہلے وہ غلام تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کیا تھا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کی اونٹنی چراتے پھرتے تھے۔ رات کو لوگوں سے آنکھ بچا کے اسے غار کے منہ پر لے آتے اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو دودھ پلا کے صبح ہونے سے پہلے اسے ہانک کر دور پہنچا دیتے تھے۔

قریش تو آنحضرت ﷺ کے جانی دشمن تھے۔ انہیں یہ گوارا نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے بچ کر نکل جائیں چنانچہ انہوں نے چاروں طرف اپنے آدمی پھیلا رکھے تھے' جو آپ کو تلاش کرتے پھرتے تھے ابو جہل اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے سردار بھی خود تلاش میں نکلے اور مدت تک بھٹکتے پھرے۔ ایک مرتبہ یہ لوگ غار کے منہ پر پہنچ گئے لیکن ان کی عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا تھا کہ باہر ہی سے لوٹ آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے قدموں کی چاپ سنی تو بہت گھبرائے لیکن رسول اللہ ﷺ نے نہایت اطمینان سے فرمایا ڈرو مت اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

Marfat.com

چوتھے دن غار سے نکلے اور اونٹنیوں پر سوار ہو کے چلے دوپہر تک چلتے رہے۔ سورج سر پر آ گیا تو ایک جگہ آرام کرنے کے لیے اترے ان چٹیل میدانوں میں درخت کہاں ایک پتھریلی گھاٹی کے دامن میں سایہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ سے زمین صاف کی اور اسے برابر کیا پھر اس پر پوستین بچھا کے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ لیجئے آرام کیجئے' میں پہرہ دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے زمین صاف کرنی شروع کی لیکن دشمنوں کا کھٹکا برابر لگا ہوا تھا اس لیے چاروں طرف دیکھتے جاتے' قریش کے آدمی نہ آ رہے ہوں' اتنے میں دور سے ایک چرواہا بکریوں کا گلہ ساتھ لیے نظر پڑا وہ پاس آیا تو پوچھا دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں' اس نے بکری کے تھن صاف کر کے ایک برتن میں دودھ دوہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مشکیزہ سے تھوڑا سا پانی اس میں ملایا' اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی جاگ اُٹھے تھے انہوں نے دودھ پیا اور پھر پوچھا۔ ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جی ہاں تھوڑی دیر میں چلتے ہیں سورج ڈھل چکا اور دھوپ کی تیزی کم ہوگئی تو پھر دونوں اونٹنیوں پر سوار ہو کے چل نکلے۔

قریش نے آپ ﷺ کی گرفتاری کیلئے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ بہت سے لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ سراقہ ایک شخص تھا جو اپنے قبیلے میں بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا اس نے دور سے دیکھا کہ ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ سوار جا رہے ہیں سوچا کہ ہو نہ ہو محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکرؓ ہوں' ہتھیار لگا کے اور نیزہ ہاتھ میں لے کے گھوڑے پر سوار ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور زمین پر آ رہا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ تانے بڑھا لیکن پولی زمین میں گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے سوچا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی کہ ایسے نیک لوگوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا' گڑگڑا کر معافی مانگی اور الٹا پھرا' راستے میں کچھ لوگ آپ کی تلاش میں جاتے ملے انہیں یہ کہہ کے روکا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ میں محمد ﷺ اور ابوبکرؓ کی تلاش میں مارا مارا پھرا ہوں وہ اور کسی طرف نکل گئے ہوں گے مدینہ کی طرف تو نہیں گئے۔

Marfat.com

ادھر مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو رہی تھی کہ آنحضرت ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ لوگ صبح سویرے شہر سے باہر نکل کے آپؐ کی راہ دیکھتے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو واپس چلے جاتے ایک دن لوگ اسی طرح دیر تک انتظار کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو دور سے آتے دیکھ لیا اور چلا کے کہا جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آ رہے ہیں یہ سن کے لوگ پلٹ پڑے آن کی آن میں یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور لوگ بے تاب ہو کے اپنے گھروں سے نکل آئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی عمر اس وقت انچاس برس چھ مہینے تھی۔ آنحضرت ﷺ ان سے اڑھائی سال بڑے تھے یعنی 53 برس کے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی داڑھی اور سر کے بال سیاہ تھے، حضرت ابو بکرؓ کی داڑھی کھچڑی تھی سر کے بال بھی کھچڑی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ تجارت کے سلسلے میں اکثر مدینے آتے جاتے رہتے تھے اس لیے لوگوں نے انہیں بآسانی پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے بہت کم نکلتے تھے اس لیے لوگ پہچانتے تو نہیں تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ کو آپ ﷺ کے ساتھ دیکھ کر بعض تو سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ یہی ہیں بعض دھوکے میں رہے لیکن جب آپ ﷺ کے چہرہ پر دھوپ پڑنے لگی اور حضرت ابو بکرؓ نے چادر تان کے سایہ کیا تو شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر قبا کی بستی ہے آنحضرت ﷺ پہلے یہیں اترے اور چودہ دن یہیں رہے۔ قبا میں آپ ﷺ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور پندرہویں دن قبا سے چل کر مدینہ پہنچے جو لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ آئے تھے، وہ مہاجرین یعنی ہجرت کرنے والے کہلاتے ہیں اور مدینہ کے جن لوگوں نے ان کی مدد کی وہ انصار یعنی مدد کرنے والے کے لقب سے مشہور ہیں۔ مہاجرین کے پاس ٹھہرنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور بعض کو کافروں نے کچھ بھی نہیں لانے دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد مہاجرین اور انصار کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں سے دو شخصوں یعنی ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بلا کے فرماتے گئے کہ آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ انصار نے یہ بھائی چارہ

Marfat.com

جس طرح نبھایا سگے بھائی بھی نہیں نبھا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خارجہ بن زید انصاری کو حضرت ابو بکرؓ کا بھائی بنا دیا تھا۔ وہ سخ میں جو مدینہ کا ایک محلہ ہے رہتے تھے۔ شروع شروع میں حضرت ابو بکرؓ وہیں ٹھہرے۔ بال بچوں کو بلوایا جب وہ مدینہ آئے تو ان کے پاس پانچ ہزار درہم تھے۔ اس رقم سے انہوں نے مدینہ میں تجارت شروع کر دی' اللہ نے کام میں بڑی برکت دی اور وہ اور ان کے کنبہ کے لوگ بڑے اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں سات مہینے حضرت ابو بکرؓ کے مکان میں رہے' مکان کے پاس ہی زمین کا ایک ٹکڑا لے کے مسجد تعمیر کی گئی اور جو صحابہؓ ہجرت کر کے آئے تھے مسجد کے گرد ان کے مکان بنے۔ خود آنحضرت ﷺ مسجد کے ساتھ حجروں میں رہتے تھے۔ ان سے ذرا ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کا مکان تھا لیکن ابو بکرؓ زیادہ سُخ ہی میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مستقل طور پر اس مکان میں اٹھ آئے۔

مسجد اور اس کے آس پاس کے یہ مکان کچی اینٹ کے تھے کھجور کی لکڑی کے ستون' کھجور کے پتوں کی چھت' چھت بس اتنی اونچی تھی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھاتے تھے تو چھت سے جا لگتا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کے ماں باپ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے وہ مکہ میں رہے۔ بڑے لڑکے عبدالرحمٰن اور ان کی والدہ نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ بھی مکہ میں رہے البتہ دوسرے لڑکے عبداللہ اور دو لڑکیاں یعنی حضرت اسماؓ اور عائشہؓ مسلمان ہو گئی تھیں یہ سب لوگ مدینہ آ گئے تھے۔

Marfat.com

ہجرت کے بعد

مدینہ میں پہنچنے کے بعد قریش سے لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا پہلے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں' پھر کئی بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ ان لڑائیوں میں حضرت ابوبکرؓ بھی شریک تھے۔ سب سے پہلا معرکہ اس طرح ہوا کہ مکہ کا ایک سردار ابوسفیان شام سے تجارت کا سامان لے کے واپس آ رہا تھا مسلمانوں کو خبر ملی تو انہوںؓ نے اسے روکنا چاہا۔ ابوسفیان نے مدد کے لیے قاصد دوڑائے' مکہ میں یہ خبریں پہنچیں تو قریش نے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ جن میں سو سواروں کا ایک رسالہ بھی تھا مدینہ پر چڑھائی کی ادھر سے رسول اللہ ﷺ بھی تین سو تیرہ جانثاروں کو لے کے مدینہ سے نکلے۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بدر ایک بستی ہے۔ یہاں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔

مدینہ سے چلتے وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو مشورہ کے لیے جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ایک پرزور تقریر کی پھر انصار میں سے سعدؓ بن معاذ اٹھے اور کہا کہ اللہ کی قسم' رسول اللہ ﷺ کا حکم ہو تو ہم سمندر میں بھی کود پڑیں۔ مسلمان بدر کی طرف روانہ ہوئے اور بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ پورے لشکر میں دو گھوڑے تھے اور تو اور کسی کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں تھے۔ تلواریں زنگ آلود' ان کے نیام بوسیدہ لیکن کاٹ اور روانی کا یہ حال تھا کہ فولادی زرہوں کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے بیٹھنے کے لیے میدان جنگ کے کنارے ایک چھوٹا سا سائبان بنا دیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے پہرہ دے رہے تھے۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور آپ ﷺ خود لڑائی میں شریک ہوئے تو داہنے ہاتھ میں سپاہیوں کے افسر حضرت ابوبکرؓ تھے اور بائیں ہاتھ کے سپاہیوں کو حضرت علیؓ لڑا رہے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور کافروں کے لشکر میں شامل ہو کے لڑنے آئے تھے۔ بہت مدت کے بعد عبدالرحمٰن نے اسلام قبول کیا۔ وہ ایک روز اپنے والد سے کہنے لگے کہ بدر کی لڑائی میں ایک موقع پر آپ میری تلوار کی زد میں آ گئے تھے لیکن میں نے وار نہیں کیا' حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر تو میری تلوار کی زد میں آ جاتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔

بدر کی لڑائی اصل میں کفر اور اسلام کی لڑائی تھی۔ بیٹا باپ کے سامنے تلوار کھینچے کھڑا تھا بھائی بھائی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کافروں کے بڑے بڑے سردار جن میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی تھا مارا گیا۔

اگلے سال قریش بدر کی لڑائی کا بدلہ لینے کے لیے تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدینہ پر چڑھ آئے۔ مدینہ کے پاس اُحد ایک پہاڑ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سات سو جانثاروں کے ساتھ اس پہاڑ کے قریب کافروں کو روکا۔ احد مسلمانوں کی فوج کے پیچھے تھا اور پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ پہاڑ کی گھاٹی پر مقرر کر دیا گیا تھا تاکہ کافر پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ یہ لڑائی اس پہاڑ کے نام پر اُحد کی لڑائی کہلاتی ہے۔

احد کی لڑائی میں بھی مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری رہا اور کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن جن تیراندازوں کو پہاڑ کی گھاٹی پر مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے بڑی غلطی یہ کی کہ کافروں کے پیچھا کرنے کیلئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور قریش کے ایک دستے نے جو اسی موقع کے انتظار میں تھا پہاڑ کی گھاٹی خالی پا کے حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ جو بڑے بہادر سپاہی تھے ایک حبشی غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

خود رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے اور انہیں اپنے درمیان نہ دیکھ کے مسلمانوں میں بڑی بددلی پھیل گئی۔ اس موقع پر سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے پھر دوسرے صحابی حاضر ہوئے۔ مسلمانوں نے پھر صفیں جمائیں لیکن کافروں کو اب مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا اور وہ اتنی کامیابی ہی کو غنیمت سمجھ کے واپس چلے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن اس دفعہ بھی مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے انہوں نے جب میدان میں آ کے پکارا کہ میرے مقابلہ پر کون آتا ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ تلوار سونت کے بڑھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک دیا۔

اُحد کے بعد خندق کی مشہور لڑائی ہوئی یعنی قریش دس ہزار سپاہیوں کو لے کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے گرداگرد چوڑی کھائی کھدوادی' جسے خندق بھی کہتے ہیں اس لیے یہ لڑائی خندق کی لڑائی کہلاتی ہے۔ دشمن ایک مہینہ تک مدینہ کو گھیرے رہے کئی مرتبہ حملے بھی کیے لیکن ہر مرتبہ شکست کھائی۔ اس لڑائی میں حضرت ابوبکرؓ فوج کا ایک دستہ لے کر خندق کی حفاظت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر جہاں انہیں مقرر کیا تھا' وہاں آگے چل کے ایک مسجد بنادی گئی جو مسجد صدیق کے نام سے مشہور ہوئی یہ مسجد اب موجود نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ خیبر کی لڑائی اور صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔

صلح حدیبیہ اس طرح ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال عمرہ کا ارادہ کیا اس سفر میں چودہ سو صحابی آپ ﷺ کے ساتھ تھے چونکہ جنگ کا ارادہ نہیں تھا اس لیے ہتھیار بھی ساتھ نہیں لیے تھے۔ قریش کو خبر پہنچی تو گھبرائے اور مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے۔ ادھر آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے پہنچ کر رک گئے۔ قریش کی طرف سے ایک شخص گفتگو کرنے آیا اور بڑی گستاخی سے باتیں کیں۔ اس گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بات چیت کرنے کیلئے مکہ بھیجا' قریش نے انہیں قید کر لیا۔ یہاں یہ خبر اُڑی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ آنحضرت ﷺ کو

Marfat.com

یہ سن کر سخت افسوس ہوا اور ببول کے ایک درخت تلے بیٹھ کر مسلمانوں سے یہ عہد لیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔

قریش کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان حملہ پر آمادہ ہیں تو انہوں نے یہ پیغام بھیجا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے آئیں۔ حدیبیہ میں کافروں اور مسلمانوں کے درمیان عہد نامہ لکھا گیا اور دونوں میں صلح ہو گئی چونکہ اس صلح کی شرطیں ایسی تھیں جن سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ کافروں نے جو چاہا منوا لیا اس لیے حضرت عمرؓ بہت پریشان ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے سامنے بلند آواز سے باتیں کیں پھر حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور وہی باتیں ان سے کیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا حال تو یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ کہتے تھے انہیں اس کے ماننے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کی باتیں سن کے بھی ان کی زبان سے یہی نکلا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں' اللہ ان کی مدد کرے گا۔ تم ان کی رکاب تھامے رکھو اور ان کی پیروی کرو اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا سینہ ایمان کا خزانہ تھا ان کا قدم کبھی نہیں ڈگمگایا اسلام کی سچائی کے بارے میں ان کے دل میں کبھی شک نہیں پیدا ہوا اور ان کی اسی خوبی کی وجہ سے انہیں صدیقؓ کا لقب ملا۔ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے سامنے بلند آواز سے باتیں کی تھیں یہ پھانس ساری عمر دل میں کھٹکتی رہی روزے رکھے' خیرات کی اور ہمیشہ گڑگڑا کے اللہ سے اس قصور کی معافی مانگتے رہے۔ آنحضرت ﷺ تین دن حدیبیہ میں رہے چوتھے دن چلے تو راستہ میں اللہ کا پیغام آیا کہ ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا' 'کیا یہ فتح ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا'' ہاں'' یہ سن کر حضرت عمرؓ کو تسلی ہو گئی اور بعد کے واقعات سے تو صاف ثابت ہو گیا کہ حدیبیہ کی صلح جسے قریش اپنی فتح سمجھتے تھے۔ اصل میں مسلمانوں کی فتح تھی کیونکہ اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں اور کافروں میں میل جول بڑھا اور بہت سے لوگ جنہیں اسلام قبول کرنے میں

Marfat.com

ابھی ہچکچاہٹ تھی مسلمان ہو گئے۔

حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد یہودیوں سے لڑائی چھڑی اور رسول اللہ ﷺ کو خیبر جانا پڑا۔ یہاں یہودیوں کے بہت سے قلعے تھے جو ایک ایک کر کے چھین لیے گئے۔ اس واقعہ سے اگلے سال قریش نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ ڈالا آنحضرت ﷺ نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی۔ قریش میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مقابلہ کر سکتے امان مانگی اور سب کو معاف کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے والد ابو قحافہ کو آپ کی خدمت میں لائے۔ ان کی عمر اس وقت نوے برس کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ تم نے بڑے میاں کو اتنی تکلیف کیوں دی۔ انہیں گھر پر ہی رہنے دیا جاتا میں وہیں ان سے مل لیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی خدمت میں انہیں کو حاضر ہونا چاہیے تھا چنانچہ ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

فتح مکہ نے قریش کا زور توڑ دیا لیکن بعض دوسرے قبیلے مقابلہ پر آمادہ تھے چنانچہ حنین کی وادی میں ان سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کے لشکر میں مکہ کے لوگ بھی تھے۔ دشمن کے تیر اندازوں نے تیر برسانے شروع کیے تو یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور انہیں بھاگتے دیکھ کے باقی فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص خاص صحابہ کے سوا جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے اور کوئی نہ رہا۔ آنحضرت ﷺ نے داہنی طرف دیکھ کے پکارا ''اے گروہ انصار' آواز آئی' ہم حاضر ہیں۔'' پھر بائیں طرف پلٹ کے پکارا ادھر بھی ''حاضر حاضر'' کی آوازیں آئیں اور سارے مسلمان پلٹ کے اس زور سے دشمن پر گرے کہ اس کے قدم اکھڑ گئے۔

اس زمانہ میں دوسرے ملکوں نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ ان میں شام کا ملک جس کی حکومت عیسائیوں کے قبضہ میں تھی آگے آگے تھا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی تھی۔ موتہ کے مقام پر اس فوج کو جو بہت چھوٹی سی تھی ایک لاکھ عیسائیوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا

68958

Marfat.com

پڑا اور اس معرکہ میں بعض بڑے بڑے صحابی مثلاً زید بن حارثہؓ جو سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ کے چچیرے بھائی جعفر طیار شہید ہو گئے تھے فتح مکہ سے واپس آنے کے بعد پھر اس قسم کی خبریں آنی شروع ہوئیں کہ عیسائی مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ مدینہ میں آنے کا موقع دینے کے بجائے انہیں بڑھ کے روکا جائے چنانچہ لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں لیکن اس سال عرب میں قحط پڑا ہوا تھا' سارے مسلمانوں نے اپنی حیثیت کے مطابق اونٹ گھوڑے اور نقد روپیہ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حوف نے چالیس ہزار درہم پیش کیے۔ حضرت عثمانؓ نے سو گھوڑے اور نو سو اونٹ اور ایک ہزار دینار پیش کیے۔ حضرت عمرؓ اپنے حصہ کا سامان لے کر حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا ''عمر بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟'' عرض کیا گھر میں جو کچھ تھا اس میں سے آدھا لے آیا ہوں لیکن حضرت ابوبکرؓ حاضر ہوئے تو گھر میں جو کچھ تھا سب لے آئے۔ آپ نے پوچھا' ابوبکر بال بچوں کے لیے کیا رکھا؟'' انہوں نے جواب دیا ''اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ۔''

اس فوج میں تیس ہزار سپاہی تھے اتنی بڑی فوج مسلمانوں نے پہلے کبھی اکٹھی نہیں کی تھی۔ ساری فوج کا انتظام حضرت ابوبکرؓ کے سپرد تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ سپہ سالار تھے۔ شام کی سرحد پر تبوک ایک بستی ہے۔ آنحضرت ﷺ اس بستی تک پہنچ کے واپس آ گئے لیکن عیسائی مقابلہ پر نہ آئے۔ تبوک سے واپس آئے تو حج کا زمانہ قریب تھا۔ آنحضرت ﷺ خود تو حج کرنے نہیں گئے البتہ تین سو آدمیوں کا ایک قافلہ مکہ بھیجا۔ حضرت ابوبکرؓ اس قافلہ کے سردار یعنی امیر حج تھے۔ اگلے سال یعنی ہجرت کے دسویں برس رسول اللہ ﷺ خود حج کرنے گئے۔ یہ حجۃ الوداع یعنی حضرت ﷺ کا آخری حج تھا۔ اس سفر میں بھی حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات

حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد ہجرت کے گیارہویں برس صفر کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ کو بخار ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کو بیاہی ہوئی تھیں آنحضرت ﷺ بیماری کے زمانے میں انہیں کے حجرے میں آ گئے۔ شروع شروع میں تو آپ ﷺ خود نماز پڑھاتے رہے جب مرض بڑھ گیا تو فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔ اس روز سے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی۔ ایک روز مرض کسی قدر کم ہوا تو رسول اللہ ﷺ دو صحابیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔

ایک روز صبح کے وقت مسلمان نماز کے لیے صفیں باندھ چکے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے حجرے کا پردہ اٹھا۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھے شاید آپ ﷺ خود نماز پڑھانے تشریف لا رہے ہیں اس لیے اپنی جگہ سے ہٹے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ آگے بڑھ کے نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے نماز شروع کی اور آپ ﷺ نے پردہ ڈال لیا۔ اسی روز شام سے کچھ دیر پہلے آپ کا انتقال ہو گیا سخ میں بھی حضرت ابوبکرؓ کا ایک مکان تھا۔ وہ اس روز تھوڑی دیر کے لیے وہاں چلے گئے تھے۔ واپس آئے تو مسجد سے ہوتے ہوئے سیدھے حضرت عائشہؓ کے

Marfat.com

حجرے میں پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ کی نعش پر چادر پڑی تھی۔ اسے ہٹا کے چہرہ دیکھا پھر بوسہ دیا اور رو کے کہا۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ ﷺ زندگی اور موت دونوں میں پاک تھے جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی وہ آ چکی اب آپ پر کبھی موت نہیں آئے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن مسلمان سناٹے میں آ گئے جو جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ صحابہ کو یقین نہیں آتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے تو یہ حال دیکھ کے تلوار کھینچ لی تھی کہ جو شخص کہے گا آنحضرت ﷺ نے وفات پائی میں اس کی گردن اڑا دوں گا چنانچہ حضرت ابو بکرؓ جب حضرت عائشہؓ کے حجرے سے ہو کے مسجد میں آئے تو حضرت عمرؓ لوگوں سے قسم کھا کے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی۔ آپ ﷺ عنقریب اٹھیں گے اور منافقوں کو سزا دیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا ''بیٹھ جاؤ۔'' وہ لوگ جو حضرت عمرؓ کو گھیرے کھڑے تھے انہیں چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے تقریر شروع کی اور فرمایا ''لوگو جو محمد ﷺ کو پوجتا تھا وہ جان لے کہ وہ تو گزر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور جو اللہ کو پوجتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے۔ وہ کبھی نہیں مرے گا پھر یہ آیت پڑھی ''محمد ﷺ فقط اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا اور وہ اس صدمہ سے نڈھال ہو کے گر پڑے۔

(آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد انصار اس سوال پر غور کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے کہ مسلمانوں کا امیر کسے بنایا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ کو خبر ملی تو وہ بھی حضرت عمرؓ اور ایک اور مشہور صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو ساتھ لے کے وہاں پہنچے۔ اس موقع پر مسلمانوں میں پھوٹ کا بڑا خطرہ تھا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے معاملہ کو بڑی خوبی سے سنبھالا اور کہا کہ عمر یا ابو عبیدہ دونوں میں سے کسی کو اپنا امیر چن لو لیکن حضرت عمرؓ نے بڑھ کے کہا کہ ہم آپ کو اپنا امیر چنتے ہیں پہلے انہوں نے بیعت کی پھر دوسرے لوگ بیعت کرنے بڑھے اور اس طرح حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں کا امیر یعنی خلیفہ چن لیا گیا۔)

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی عمر 61 برس کے قریب تھی۔ان کا جسم اکہرا تھا رنگ گورا' کمر جھکی ہوئی' اونچی پیشانی' آنکھیں کسی قدر دھنسی ہوئی بال گھونگریالے تھے سر کا اگلا حصہ بالوں سے خالی۔ جب آپ مدینہ آئے تو داڑھی کے بال کھچڑی تھے لیکن یہاں آنے کے بعد انہوں نے خضاب کرنا شروع کیا جس سے ان کی داڑھی کی رنگت سرخ ہوگئی وہ بات بہت کم کرتے تھے لیکن جو کچھ کہتے تھے وہ بہت جچا تلا ہوتا تھا دل کے بہت نرم تھے اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی ان کی سخاوت' نیکی اور پرہیزگاری کی بڑی شہرت تھی۔

خلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے' روزانہ چادریں کندھے پر رکھ کر لے جاتے تھے اور بازار میں بیچ ڈالتے۔خلیفہ بننے کے بعد بھی یہی طریقہ رہا لیکن خلافت کے کام کاج کی وجہ سے جب کاروبار کرنا ناممکن ہوگیا تو صحابہؓ نے ان کے لیے وظیفہ مقرر کردیا۔ یہ وظیفہ بہت معمولی تھا یعنی انہیں بس اتنا خرچ ملتا تھا کہ اپنا گزارہ کرسکیں۔ایک مرتبہ ان کی بیوی نے مٹھائی کی فرمائش کی انہوں نے جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ان کی بیوی نے روز کے خرچ میں سے کچھ پیسے بچانے شروع کیے۔ جب خاصے ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ سے کہا' اب مجھے مٹھائی لادیجئے۔انہوں نے پیسے لے کر کہا اس سے معلوم

ہوا کہ مجھے میری ضرورت سے زیادہ وظیفہ ملتا ہے چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرادیے اور اپنا وظیفہ کم کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ خلافت سے پہلے سُخ میں رہتے تھے جو مدینہ کے پاس ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ سُخ کے جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان کیا تھا ایک چھوٹا سا خیمہ تھا' جو اونٹ کے بالوں کے کمبل تان کے بنالیا گیا تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد چھ مہینے اسی مکان میں رہے پھر مسجد نبوی کے ایک حجرے میں اٹھ آئے۔

ان میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے۔ اپنا کام کاج چھوڑ کے بیماروں کی تیمارداری کرنے جا پہنچتے اور ساری ساری رات دوڑتے اور ان کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ سُخ میں آتے تھے تو بچے ''بابا' بابا'' کہہ کے دوڑتے اور انہیں لپٹ جاتے۔ لڑکیاں بکریوں کا دودھ دوہنے کو کہتیں تو دودھ دوہتے اور ضرورت پڑتی تو ان کی بکریاں چرا دیتے۔

انہیں اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا کہ قرآن سے کوئی بات ذرہ بھر اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے کسی بات کا فیصلہ کرنا ہوتا تو پہلے قرآن کی طرف توجہ کرتے۔ قرآن میں کوئی حکم نہ ملتا تو لوگوں سے پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس معاملہ میں کوئی حکم دیا ہے یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی کوئی حکم نہ ملتا تو بڑے بڑے صحابہؓ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور جو رائے وہ دیتے اسی پر عمل کرتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے کوئی ایسا حکم دیا جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو یا صحابہؓ کی رائے لیے بغیر اپنی رائے سے کوئی فیصلہ کر ڈالا ہو۔

اندرونی فتنے

حضرت ابوبکرؓ نے جب خلافت سنبھالی تو مسلمانوں پر بڑا کٹھن وقت تھا۔ شام کی عیسائی حکومت سے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی۔ (رسول اللہ ﷺ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے شام پر چڑھائی کرنے کے لیے فوج بھیجنی چاہی اور اسامہ بن زیدؓ کو جو ایک نوجوان صحابی تھے اس لشکر کا سردار مقرر کیا۔ ابھی یہ فوج روانہ نہیں ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا) آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ بعض قبیلے جنہیں مسلمان ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا ہے (اسی زمانے میں بعض پاکھنڈی جن کے سروں میں بادشاہی کی ہوا سمائی ہوئی تھی نبی بن بیٹھے۔ انہوں نے بہت سے قبیلوں کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا یہ حالت دیکھ کے بعض صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ اسامہ کو روک لیا جائے تاکہ مدینہ پر حملہ ہو تو ہم اطمینان سے مقابلہ کر سکیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جس لشکر کو شام کی سرحد پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا ہے اسے میں کیونکر روک سکتا ہوں۔)

(حضرت اسامہؓ کی عمر سترہ برس کی تھی۔ اس لیے کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ اس لشکر کو بھیجنا ہی چاہتے ہیں تو اسامہؓ کی جگہ کسی تجربہ کار شخص کو جو ایسے معرکے دیکھ چکا ہو سپہ

سالار مقرر کیجئے' یہ سن کے حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آ گیا' اور انہوں نے فرمایا'' تم کیا کہہ رہے ہو' جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کا سردار بنایا اسے کون الگ کر سکتا ہے۔''

اسامہؓ نے کوچ کیا تو حضرت ابو بکرؓ دور تک انہیں چھوڑنے گئے' اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ ساتھ پیدل جا رہے تھے۔ اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا تو آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیے یا مجھے اترنے کی اجازت دیجئے فرمانے لگے' نہ میں خود سوار ہوں گا نہ میں گھوڑے سے اترنے دوں گا۔ اسلامی لشکر رخصت ہونے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

''لوگو' ذرا ٹھہر جاؤ' میں تمہیں چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں اچھی طرح پلے باندھ لو۔ دیکھو خیانت نہ کرنا' مال نہ چھپانا' بے وفائی سے بچنا' لڑائی میں کسی کے اعضا نہ کاٹنا' بوڑھوں' بچوں اور عورتوں پر تلوار نہ اٹھانا' پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا' دوسرے مذہبوں کے جو لوگ دنیا سے الگ تھلگ ہو کے عبادت کر رہے ہیں' انہیں نہ چھیڑنا۔''

اس لشکر نے شام کی سرحد پر کئی حملے کیے اور عیسائیوں پر مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بٹھا کے واپس آ گیا لیکن جن دنوں اسامہؓ شام کی سرحد پر حملے کر رہے تھے۔ بہت سے قبیلے جو اسلام سے پھر گئے تھے اور مدینہ کے آس پاس رہتے تھے مدینہ پر چڑھ آئے یہ قبیلے جن پر دنیا کے مال و دولت کی حرص غالب تھی کہتے تھے کہ ہم نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کو تیار ہیں لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے۔ بعض صحابیوںؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ اس کڑے وقت میں جب نجد اور یمن کے قبیلے قابو سے باہر ہو رہے ہیں ان لوگوں سے نرمی برتنی چاہیے لیکن انہوں نے نہ مانا اور کہنے لگے کہ دین میں گھٹانا اور بڑھانا کسی کے اختیار میں نہیں جب تک یہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیں گے میں برابر جہاد کرتا رہوں گا۔ تمہیں اگر میرا ساتھ دینا منظور نہیں تو میں ان سے اکیلا لڑوں گا اور جب تک میرے جسم میں جان ہے برابر لڑتا رہوں گا یہ کہہ کے خود مدینہ سے نکلے تمام بڑے بڑے صحابیؓ جنہوں نے بدر اور حنین کی لڑائیوں میں تلوار مار کے اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی تھی ان کے ساتھ تھے دو

تین معرکے بڑے زور کے ہوئے۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ نے سرکشوں کو نیچا دکھا کے ان کے جتھے کو توڑ دیا پھر مدینہ آئے اور گیارہ سرداروں کو فوجیں دے کر سرحدی علاقوں کی طرف جہاں فسادیوں کا زور تھا بھیجا سچ پوچھو تو بڑا نازک وقت تھا۔ مدینہ میں جو سپاہی تھے ان کو اسامہؓ اپنے ساتھ لے کے شام کی سرحد کی طرف چلے گئے تھے اور تھوڑے سے مہاجرین اور انصار کے ساتھ جو مدینہ میں رہ گئے تھے' حملہ آوروں کے ٹڈی دل سے مقابلہ کرنا بہت مشکل ہوتا تھا یہ حضرت ابو بکرؓ ہی کی ہمت تھی کہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ اس موقع پر دشمنوں سے دب جاتے اور انہیں زکوٰۃ (جو اسلام کا ایک رکن ہے) معاف کر دیتے تو دین میں آئے دن رخنے پیدا ہوتے رہتے۔ بعض لوگ روزے رکھنے سے انکار کر دیتے بعض آگے چل کر یہ کہنا شروع کر دیتے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے لیکن صدیقؓ نے صاف کہہ دیا کہ جس کا ادا کرنا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے اسے میں کیوں معاف کر سکتا ہوں۔ ان کی ہمت اور بہادری نے فتنوں کا دروازہ بند کر دیا اور سب لوگوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی کہ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

بنی تمیم عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس کے سرداروں نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا تھا۔ ان کی طرف بڑھے بنی تمیم کو جب یہ خبر ملی کہ خالد آ رہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور اپنے خیالات سے توبہ کی۔ کچھ لوگ جو مقابلہ پر برابر اڑے رہے تھے مارے گئے۔

یمن کے علاقے میں جو عرب کے جنوبی حصے میں ہے۔ ایک شخص جس کا نام مسیلمہ تھا' مکر کا جال پھیلا رکھا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا تھا اس نے ادھر ادھر کے چند فقرے جوڑ لیے تھے جنہیں لوگوں کے سامنے پڑھ کے کہتا تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو مجھ پر اُترا ہے۔ سچے مسلمان تو ایسے مکاروں کی باتوں میں کب آتے ہیں۔ ہاں بعض

Marfat.com

قبیلے جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی اسلام سے اچھی طرح واقف نہیں تھے اس کے ساتھ مل گئے۔

اصل میں اس زمانے میں جن جن قبیلوں نے فساد میں حصہ لیا یعنی مسیلمہ اور دوسرے جھوٹے نبیوں پر ایمان لے آئے یا زکوٰۃ سے انکار کیا۔ ان سب کو مسلمان ہوئے بہت تھوڑا عرصہ ہوا تھا اور اسلام کی تعلیم نے ان کے دلوں میں پوری طرح گھر نہیں کیا تھا۔

انہیں دنوں ایک عورت نے جس کا نام سجاح تھا' پیغمبری کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ وہ اپنے قبیلہ کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے چلی تو راستہ میں مسیلمہ کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ مسیلمہ بڑا چالاک آدمی تھا جب دیکھا کہ لڑائی میں سجاح کی فوج پر فتح پانا مشکل ہے تو دوسری چال چلا۔ یعنی محبت کا جال بچھایا اور سجاح سے بیاہ رچا لیا۔ اس طرح مسیلمہ نے سجاح کی فوج کے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس واقعہ سے مسیلمہ کی ہوا بندھ گئی۔ اتفاق سے ایک معرکے میں مسلمانوں کی فوج نے مسیلمہ سے شکست کھائی اور اس کا زور ایسا بڑھا کہ چالیس ہزار سپاہیوں کا لشکر اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے یمن کے ایک سردار نے جس کا نام اسود تھا۔ نبوت کا دعویٰ کر کے فساد اٹھایا لیکن ایک شخص نے اسے قتل کر ڈالا۔ کچھ عرصہ کے بعد بنی اسد کے سردار طلیحہ نے بڑا فتنہ برپا کیا۔ یہ شخص بھی اپنے آپ کو نبی کہتا تھا اور بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کے مقابلہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کے بھیجا۔ طلیحہ نے شکست کھائی' مدتوں مارا مارا پھرا جب کہیں سر چھپانے کو ٹھکانہ نہ ملا تو مدینہ پہنچ کے اسلام قبول کر لیا۔ یہ طلیحہ بڑا بہادر شخص تھا شام اور ایران کی لڑائیوں میں اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ طلیحہ کو شکست دے چکے تو مسیلمہ سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ یمامہ کے علاقہ میں عقربا ایک بستی ہے یہاں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار سپاہی تھے۔ اس نے دائیں بائیں بڑے بڑے شہسوار اور نامی نامی سپاہی مقرر

Marfat.com

کر رکھے تھے' بیچ میں خود کھڑا تھا۔ اسلامی فوج گنتی میں اس کے لشکر سے کہیں کم تھی۔ لڑائی کے شروع میں مسیلمہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور وہ ہٹتے ہٹتے حضرت خالدؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے لیکن حضرت قیسؓ بن ثابت اور زید بن خطابؓ نے جو رسول کریم ﷺ کے صحابیؓ تھے' للکارا کہ اے ایمان والو' کہاں جاتے ہو اور خود اس بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے کہ ان کی بہادری دیکھ کے سارا اسلامی لشکر بڑے زور سے دائیں بائیں آ گرا اور مسیلمہ کی فوج میں کھلبلی ڈال دی۔

مسیلمہ کی فوج کی پشت پر ایک بہت بڑا باغ تھا مسلمان اسے ریلتے ہوئے اس باغ تک لے گئے۔ مسیلمہ سے اور کچھ نہ بن پڑا تو فوج کو لے کے باغ میں گھس گیا اور دروازے بند کر لیے۔ حضرت براء بن مالکؓ ایک بڑے بہادر صحابیؓ تھے۔ سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے کیونکہ ان کے بھائی انس بن مالکؓ اپنی ساری عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہے اور حضرت براء بن مالکؓ کو اپنے بھائی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا تھا۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اٹھا کے باغ کی دیوار پر پہنچا دو۔ دیوار پر پہنچ کر وہ کود پڑے اور برستے تیروں میں بڑھ کر باغ کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی اسلامی فوج بھی باغ میں جا گھسی اور گھمسان کی لڑائی چھڑ گئی۔ مسیلمہ لشکر کے بیچوں بیچ کھڑا سپاہیوں کے جی بڑھا رہا تھا۔ اپنی فوج کے پاؤں اکھڑتے دیکھے تو گھبرایا اور جی میں کہنے لگا کہ اس وقت جان بچا کے نکل چلو پھر دیکھا جائے گا لیکن وحشی جو ایک حبشی غلام تھا اور جس کے ہاتھوں احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے' اس کی تاک میں تھا مسیلمہ بھاگنے کی تدبیریں ہی سوچ رہا تھا کہ وحشی نے وار کیا مسیلمہ تڑپ کے گرا اور چند لمحوں میں ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے ساتھیوں نے بھاگ کے آس پاس کے قلعوں میں پناہ لی لیکن آخر تنگ آ کے ہتھیار ڈال دیئے اور جان کی امان پائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فسادیوں کا زور توڑنے کے لیے گیارہ فوجیں بھیجی تھیں ان

Marfat.com

فوجوں نے بہت سے قبیلوں کو جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا نیچا دکھایا اور جو لوگ اپنے اپنے علاقوں میں الگ الگ حکومتیں قائم کرنے کے منصوبے باندھ رہے تھے ان کا زور بالکل توڑ ڈالا لیکن ان میں سے سب سے بڑا جتھہ مسیلمہ کا تھا اور سب سے بڑی لڑائی یمامہ کی تھی۔ اس لڑائی میں بہت سے صحابیؓ جنہوں نے زندگی کا بڑا حصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارا تھا اور جنہیں قرآن مجید حفظ تھا' شہید ہو گئے تھے۔

یوں تو قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں لکھا جا چکا تھا لیکن بعض سورتیں کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں بعض چمڑے پر' کھجور کے پتوں اور بعض پتھروں پر حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ بہت سے صحابہؓ جنہیں قرآن حفظ تھا شہید ہو گئے ہیں تو قرآن مجید کو ایک جگہ لکھوالیا۔ پھر جن لوگوں کو پورا قرآن یا اس کا کوئی حصہ یاد تھا انہیں بلا کے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا تاکہ غلطی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

Marfat.com

روم اور ایران کی لڑائیاں

عرب کے اندر جن لوگوں نے فساد مچا رکھا تھا ان کے جتھوں کو توڑنے کا کام نو دس مہینے میں ختم ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے روم اور ایران پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ ان دونوں سلطنتوں کی سرحد عرب سے ملتی تھی۔ روم کی سلطنت بہت بڑی تھی اور تین براعظموں یعنی ایشیا' یورپ اور افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایشیا میں شام' فلسطین' ایشیائے کوچک اور افریقہ میں مصر کے علاوہ شمالی افریقہ کا بہت سا علاقہ اس سلطنت کے قبضہ میں تھا۔ ایران کی سلطنت بھی بڑی طاقتور تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے زمانے میں ان دونوں سلطنتوں میں لڑائیاں بھی ہو چکی تھیں۔ ایک دفعہ ایرانیوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ شام اور فلسطین کے علاقوں کو روندتے ہوئے یروشلم تک جا پہنچے۔ چند برس کے بعد رومیوں نے ایرانیوں پر چڑھائی کی اور اصفہان کے علاقہ کو زیر وزبر کر کے فتح کے شادیانے بجاتے لوٹے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں آس پاس کے ملکوں کے بادشاہوں کو خط لکھ کے ان تک اسلام کا پیغام پہنچایا تھا۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے پاس آپ کا خط پہنچا تو اس نے طاقت کے گھمنڈ اور بادشاہت کے غرور میں آ کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اپنے ایک گورنر کو حکم بھیجا کہ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو گرفتار

Marfat.com

کر لے لیکن اللہ کی قدرت ادھر اس نے یہ گستاخی کی اور ادھر اس کے بیٹے نے حکومت کے لالچ میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ایرانی اپنے گھر کے جھگڑوں میں ایسے الجھے کہ انہیں عرب پر حملہ کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ پھر بھی مسلمانوں کو اس بات کا کھٹکا ضرور تھا کہ جب انہیں موقع ملے گا' وہ عرب پر ضرور چڑھائی کریں گے اور رومیوں سے تو مسلمانوں کی جنگ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکی تھی اور آئے دن اس قسم کی خبریں مشہور ہوتی رہتی تھیں کہ رومی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ایران کے بادشاہ کی طرف سے ہرمز عراق کا حاکم تھا' یہ شخص عربوں کا بڑا دشمن تھا اور عرب اور عراق کی سرحد پر جو عرب قبیلے آباد تھے' ان پر آئے دن بڑے ظلم توڑتا رہتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کو ہرمز کے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق پر چڑھائی کرنے کے لیے بھیجنا چاہا۔ وہ ابھی یمامہ میں ہی تھے کہ انہیں حضرت ابو بکرؓ کا حکم ملا کہ فوراً عراق پر حملہ کر دو۔ عراق میں ایرانیوں سے مسلمانوں کی کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں سب سے بڑی لڑائی ''جنگ سلاسل'' یعنی ''زنجیروں کی لڑائی'' کہلاتی ہے اس معرکہ میں ہرمز نے فوج کے ایک دستہ کو جس میں بڑے بڑے سورما شامل تھے زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے سے جکڑ دیا تھا تاکہ ان میں سے کوئی میدان سے بھاگ نہ سکے۔ یہ نجمہ نام کی ایک بستی کے پاس ہوئی تھی۔ ایرانی تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے۔ اس کا سردار خود ہرمز تھا جس کی بہادری کی دھاک سارے ایران میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اگرچہ کہنے کو تو عراق کا گورنر تھا لیکن بادشاہوں کی طرح تاج پہنتا تھا۔ اس کا تاج ایک لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا اور اس میں ایسے ایسے نگینے جڑے ہوئے تھے جن پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔

دونوں لشکر صفیں باندھ چکے تو ہرمز خود گھوڑا اڑا کے میدان میں آیا اور بڑھ کے پکارا کہ خلقت کا خون کرنے سے کیا فائدہ مسلمانوں کا سردار خود میرے مقابلہ میں آئے تاکہ لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔ ادھر سے حضرت خالد بن ولیدؓ خود اس کے مقابلہ پر بڑھے لیکن ہرمز کے دل میں فتور تھا اس نے کچھ آدمی گھات میں بٹھا رکھے تھے کہ اگر مسلمانوں

Marfat.com

کے سردار کا پلہ بھاری دیکھیں تو ٹوٹ پڑیں۔ دونوں سردار آمنے سامنے ہوئے تو حضرت خالدؓ نے ہرمز پر تلوار کا وار کیا لیکن ان کی تلوار ہرمز کی زرہ پر پڑ کر اچٹ گئی۔ اب ہرمز نے اس زور کا وار کیا کہ اگر حضرت خالد بن ولیدؓ زرہ نہ پہنے ہوتے تو جان نہ بچتی انہوں نے تلوار پھینک کے ہاتھ بڑھایا اور ہرمز کو کمر سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کے وہ سوار جو گھات میں لگے ہوئے تھے آ پڑے۔ ادھر سے قعقاع بن عمرؓ جو قبیلہ بنی تمیم کے مشہور شہسوار تھے حضرت خالدؓ کی مدد کو پہنچے اور ایرانی سواروں کو روک لیا۔ حضرت خالدؓ نے مہلت پا کے ہرمز کو زمین پر دے مارا اور اس کا سر کاٹ کے میدان میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کے ایرانیوں کی ہمت جواب دے گئی پھر بھی ان کے سرداروں نے فوج کو سنبھالا اور نقارے بجاتے مسلمانوں پر آ پڑے کچھ دیر تک بڑے زور کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخری ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔

مثنیٰ بن حارث عراق کے سرحدی علاقے کے ایک نومسلم رئیس تھے جنہوں نے ان لڑائیوں میں بڑی بہادری دکھائی تھی جو ایرانی سپاہی نجمہ سے بھاگے تھے۔ خالد بن ولیدؓ نے ان کا پیچھا کرنے کے لیے مثنیٰ کو بھیجا۔ راستے میں ایرانیوں کی ایک فوج نے جو ہرمز کی کمک کو آئی تھی انہیں روک لیا۔ خالد بن ولیدؓ کو خبر پہنچی تو وہ بھی فوج لے کے آ پہنچے۔ یہاں بھی ایرانیوں نے شکست کھائی اور میدان مسلمان کے ہاتھ رہا۔

ان شکستوں کی خبریں پہنچیں تو ایران کے سرداروں نے سوچا کہ ان عربوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عربوں کی فوج ہی بھیجنا چاہیے کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ عرب کے کچھ قبیلے جو مذہب کے لحاظ سے عیسائی تھے ایران کی حکومت کے ماتحت تھے انہیں جمع کر کے لشکر تیار کیا گیا اور ایک ایرانی سردار کو اس فوج کی افسری سونپی گئی۔ اس فوج سے اس جگہ لڑائی ہوئی جہاں اس علاقے کے دو دریا یعنی دجلہ اور فرات آپس میں ملتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کے تین حصے کیے۔ ایک حصے کو خود لے کے بڑھے۔ باقی دو حصوں کو جن کے سردار مثنیٰ بن حارث اور قعقاع بن عمرو تھے کیمپ میں

Marfat.com

چھوڑا جب گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ مثنیٰ تازہ دم فوج کے ساتھ ایرانیوں کے داہنے بازو پر اس زور سے آ گرے کہ ایرانیوں کے قدم اکھڑنے لگے لیکن افسروں نے جی بڑھایا اور جس طرح بن پڑا سنبھالا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ قعقاع بن عمرو اپنی فوج کے ساتھ پہنچے اور دشمن کے بائیں بازو پر دباؤ ڈالا اب ایرانیوں کے جی چھوٹ گئے اور عیسائی عرب جن کے بھروسے پر یہ لڑائی ہو رہی تھی سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کئی اور چھوٹی بڑی لڑائیوں کے بعد حیرہ کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ان لڑائیوں میں ایک لڑائی بہت بڑی تھی جو دریائے جون کی لڑائی کہلائی ہے۔ ایرانی یہاں بھی جی توڑ کے لڑے لیکن شکست کھائی اور ان میں سے ہزاروں مارے گئے۔ حیرہ کا پرانا شہر بہت خوبصورت تھا۔ یہ اصل میں ایک عرب ریاست کا صدر مقام تھا جو ایران کے ماتحت تھی۔ حیرہ کے ایک عرب بادشاہ نے یہاں دریائے فرات کے کنارے ایک عالیشان محل بنوایا تھا جس کے بنوانے میں روم اور ایران کے کاریگروں نے اپنی ساری کاریگری اور حیرہ کے بادشاہ نے اپنی ساری دولت خرچ کر ڈالی تھی۔ جہاں آج کوفہ کا شہر آباد ہے۔ حیرہ کا پرانا شہر اس سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں کے حاکم جو بادشاہ کہلاتے تھے' نسل کے لحاظ سے عرب تھے لیکن عیسائی مذہب کے پیرو تھے اور ایران کے بادشاہوں کو جو آتش پرست تھے خراج دیتے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حکم ملا کہ ایران کی فتح کا کام مثنیٰ بن حارثہ کے حوالے کر کے شام چلے جاؤ کیونکہ وہاں عیسائیوں نے بڑا زور باندھ رکھا ہے۔ اس کے بعد ایران میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں جن میں ایرانی آتش پرستوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور اس ملک پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا لیکن یہ واقعات حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد ان کے جانشین حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں پیش آئے اس لیے ان کا ذکر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شام اور فلسطین پر حملہ کرنے کے لیے چار مختلف

راستوں سے چار لشکر بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک لشکر کے سردار رسول اللہ ﷺ کے خاص صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ دوسرے کے افسر عمرو بن العاصؓ تیسرے کے سردار یزید بن ابو سفیانؓ تھے اور چوتھا لشکر شرجیل بن حسنہؓ کی ماتحتی میں تھا۔ ان سے پہلے وہ خالد بن سعیدؓ کی ماتحتی میں ایک فوج بھیج چکے تھے۔ ان سب فوجوں میں کوئی ستائیس اٹھائیس ہزار سپاہی تھے۔ رومیوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور کئی شہر ان کے قبضہ میں آ گئے۔ روم کے بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو اس نے ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے بہت بڑی فوج جمع کر لی تھی اور عیسائیوں کے چھوٹے چھوٹے دستے ہر طرف سے آ کے اس فوج میں شامل ہوتے جاتے تھے حضرت ابو بکرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ مسلمانوں نے جو شہر فتح کیے ہیں۔ ان سب کو خالی کر دیا جائے اور مسلمان ہٹ کے ایسی جگہ آ جائیں جہاں عرب کا ریگستان شروع ہوتا ہے تا کہ اگر خدانخواستہ ہٹنا پڑے تو جہاں تک چاہیں ہٹتے چلے جائیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اسی زمانے میں عراق سے شام پہنچے تھے چنانچہ مسلمانوں نے ہٹ کے یرموک میں ڈیرے ڈالے جو عرب اور شام کی سرحد پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اتنے میں رومی آ پہنچے۔ آرمینیا کا شہزادہ باہان ان کا سپہ سالار تھا۔ ساری فوج اڑھائی لاکھ کے قریب تھی۔ باہان نے اس کے چار حصے کیے اور ہر حصے پر ایک نامی سردار کو مقرر کیا۔ یہ فوج لڑائی کے سامان سے پوری طرح لیس تھی۔ سب کے سروں پر فولادی خود، جسم پر زرہیں، غرض آنکھوں کے سوا سارا جسم لوہے سے ڈھکا ہوا تھا۔ ادھر مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ زرہیں اور خود تو الگ رہے۔ بعض لوگوں کے پاس پورے ہتھیار بھی نہ تھے پھر رومی فوج کے مقابلہ میں گنتی بھی بہت کم تھی۔ یعنی ساری چھیالیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سارے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی اپنی فوج کو لے کے الگ الگ لڑنا ٹھیک نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ایک شخص کو ساری فوج کا سردار چن لیں اور اُسی کی ماتحتی میں لڑیں۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی چنانچہ انہوں نے خالد

Marfat.com

بن ولیدؓ کو اپنا سردار چن لیا انہوں نے ساری فوج کو اڑتیس صفوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصہ پر نامی سرداروں کو مقرر کیا۔ پہلے کئی دن چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن گھمسان کی لڑائی جس میں دونوں طرف کی پوری پوری فوجیں شریک تھیں۔ صرف تین دن رہی۔

دوسرے دن کا معرکہ بڑے زور کا تھا۔ باہان نے تیس ہزار سپاہیوں کو جو لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے سے جکڑ دیا تھا۔ ان لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ سب کے سب کٹ مریں گے لیکن میدان سے قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ باہان کی فوج میں ارمنی تیراندازوں کا بھی ایک دستہ تھا۔ یہ لوگ بڑے اعلیٰ درجے کے تیر انداز تھے اور ان کا نشانہ مشکل ہی سے خالی جاتا تھا پہلے اس زمانے کے قاعدہ کے مطابق دونوں طرف سے ایک ایک سپاہی نکل کے لڑتا رہا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور کئی رومی شہسوار ایک ایک کر کے مارے گئے۔ یہ دیکھ کے ساری فوج نے حملہ کر دیا۔ ارمنی تیراندازوں نے گھٹنے ٹیک کے کمانوں کے چلے چڑھائے اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ ساتھ ہی رومیوں کے بائیں بازو نے مسلمانوں کے داہنے بازو پر زور ڈالا۔ یہ حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں عورتوں کے خیمے تھے۔ عورتوں نے یہ حال دیکھ کر خیموں کی چوبیں اکھیڑ لیں اور انہیں لے کے بڑھیں پھر پکار کر کہا کہ اب پیچھے ہٹے تو تمہاری خیر نہیں۔ عکرمہ بن ابی جہلؓ جو مشہور شہسوار تھے گھوڑا کدا کے بڑھے اور پکار کے کہنے لگے کہ جسے شہادت کا شوق ہو میرے ساتھ آئے' چار سو بہادران کے ساتھ نکلے۔ ان سب نے تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور اس طرح لڑے کہ جس طرف جا پڑے تہلکہ ڈال دیا۔ صبح ہوتے ہوتے سب زخموں سے چور تھے۔ لوگ عکرمہؓ کو اٹھا کے حضرت خالدؓ کے پاس لائے۔ ابھی تھوڑا سا دم باقی تھا۔ خالدؓ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور پانی منہ میں ٹپکایا۔ اسی حالت میں انہوں نے جان دے دی۔

اس لڑائی میں ایک ہزار صحابیؓ شریک تھے جن میں ایک سو بزرگ تو ایسے تھے جنہیں بدر کی لڑائی میں شامل ہونے کی عزت حاصل ہو چکی تھی۔ بدر پہلی لڑائی ہے جس میں

Marfat.com

مکہ کے کافروں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔ اس لیے جو لوگ بدر کے معرکے میں شامل تھے۔ مسلمان ان کی بہت عزت کرتے تھے لیکن رومیوں کی فوج مسلمانوں کے لشکر سے بہت زیادہ تھی۔ ایک مسلمان کے مقابلے میں پانچ عیسائی تھے۔ جب عیسائیوں کا لشکر بڑھا تو ایک مسلمان کے منہ سے بے اختیار نکل گیا" "اللہ اکبر' کتنی بڑی فوج ہے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا" چپ رہ" اگر میرے گھوڑے کے سم اچھے ہوتے تو میں کہتا" "عیسائی اپنی فوج دگنی کر لیں۔"

اس لڑائی میں عورتیں اس طرح جی توڑ کے لڑیں کہ مردوں کے ٹوٹے ہوئے حوصلے بندھ گئے۔ رومی فوج کے داہنے بازو نے جب مسلمانوں کے بائیں بازو پر زور ڈالا اور اسے ریلتا دھکیلتا لے چلا تو عورتوں نے طعنے دے دے کے مردوں کو سنبھالا بلکہ خود بڑھ کے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ ان کی بہادری کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی لشکر کا بایاں بازو جو کچھ دور تک ہٹتا چلا گیا تھا' اس طرح زور دے کے پلٹا کہ دشمن کی صفیں ٹوٹنے لگیں۔ اب تیر اور نیزے کی لڑائی نہ رہی بلکہ دونوں فوجیں آپس میں گتھ گئیں اور چھری اور کٹاری تک نوبت آ پہنچی۔

گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی کہ ایک قاصد صفوں کو چیرتا اور اسلامی فوج کے سردار کا پتا پوچھتا اس جگہ پہنچا جہاں حضرت خالدؓ بن ولید کھڑے فوج کی کمان کر رہے تھے۔ اس نے خالد بن ولیدؓ کو ایک خط دیا اور کہا میں یہ خط مدینے سے لے کر آیا ہوں۔ اس وقت لڑائی کا یہ حال تھا کہ چاروں طرف تیروں کا مینہ برس رہا تھا' تلوار چل رہی تھی' ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر گر رہے تھے اس حالت میں خط پڑھنے کی فرصت نکالنا مشکل تھا۔ اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہ خط لے کے ترکش میں رکھ لیا۔

ادھر عیسائی جنگی باجے بجا رہے تھے۔ قرنائیں پھک رہیں تھیں' نقاروں پر چوب پڑ رہی تھی' نفیروں کی آواز سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی لیکن مسلمان ایسے مواقع پر باجے نہیں بجاتے تھے بلکہ اونچی آواز سے سورۂ انفال کی وہ آیتیں پڑھتے تھے

Marfat.com

جن میں جہاد کا ذکر ہے۔ بہت سے لوگ جن کی آوازیں بلند اور صاف ہوتی تھیں اس کام پر مقرر کردیئے جاتے تھے۔ قرآن کی آیتیں سن کے مسلمانوں کے سارے جسم میں بجلی سی دوڑ جاتی تھی۔ موت کا خوف دل سے نکل جاتا تھا اور وہ دشمن کے لشکر میں گھس کے اس طرح تلواریں مارتے تھے کہ صفوں کو الٹ کر رکھ دیتے تھے۔

لڑائی ہو رہی تھی کہ یکا یک اللہ اکبر کے نعروں کی آواز آئی اور قیس بن ہبیرہؓ جنہیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے بائیں بازو کے پیچھے مقرر کیا تھا' فوج کا ایک دستہ لیے گھوڑا اڑاتے نکلے اور بجلی کی طرح کڑک کے دشمن پر گرے۔ ابھی عیسائی اس ناگہانی حملہ سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے جو بڑے رُتبہ کے صحابیؓ تھے' چیدہ چیدہ شہسواروں کے ایک دستہ کے ساتھ حملہ کیا۔ ساتھ ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے گھوڑے کی باگیں اٹھائیں اور اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ اس زور سے عیسائی فوج پر گرے کہ اس کی صفیں ٹوٹ گئیں سب سے پہلے دشمن کی سوار فوج نے گھوڑے پھرا کے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ پیدل فوج بھی اس کے پیچھے ہولی' دشمن کے پیچھے دریائے یرموک تھا' بہت سے عیسائی اس میں ڈوب گئے جو باقی بچے وہ تلوار کے گھاٹ اترے۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ عیسائی مارے گئے اور صرف تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

لڑائی ختم ہو چکی تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس خط کا خیال آیا جو مدینہ سے ان کے نام آیا تھا۔ ترکش سے خط نکال کے پڑھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی اور حضرت عمرؓ ان کی جگہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

Marfat.com

=7 2 year 3 months 14 days

وفات

حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے تیرہویں سال جمادی الآخر کی ساتویں تاریخ کو بیمار ہوئے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی' حضرت ابوبکرؓ نے غسل کیا' سردی کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ پندرہ دن وہ بیمار رہے' حضرت عمرؓ ان کی جگہ مسجد میں نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت عثمانؓ پڑوس میں رہتے تھے' اس لیے وہ بیماری کے زمانے میں برابر ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

جب بیماری بڑھ گئی تو حضرت ابوبکرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی فکر ہوئی' انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ صحابہؓ سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا کہ آپ کا انتخاب درست ہے۔ بعض نے کہا عمرؓ کی طبیعت میں بڑی سختی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کے کہنے لگے۔ خلافت کا بوجھ عمرؓ پر پڑا تو خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں غصہ میں ہوتا ہوں تو وہ میرا غصہ دور کرتے ہیں اور میں کسی بات میں نرمی برتتا ہوں تو وہ سختی کا مشورہ دیتے ہیں۔ ان کی زندگی کا آخری دن تھا کہ مثنیٰ بن حارثہؓ جنہیں حضرت خالدؓ کی جگہ عراق کی فوجوں کا سردار مقرر کیا گیا تھا مدینہ پہنچے۔ انہیں بلوا کے عراق کے حالات پوچھے۔ انہوں نے کہا' ایران کے بادشاہ نے تازہ دم فوجیں بھیجی ہیں اور میرے پاس بہت تھوڑی فوج ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت عمرؓ کو بلایا اور کہا: میرا دم دن کو نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مثنیٰ کی مدد کا انتظام کر دینا۔ بیماری کے زمانے میں ایک دن پوچھا کہ مجھے بیت المال سے اب تک کل کتنا وظیفہ ملا ہے۔ لوگوں نے حساب لگا کر کہا' چھ ہزار درہم یعنی پندرہ سو روپے۔ کہا میری زمین بیچ کر یہ سارا روپیہ واپس دے دیا جائے پھر پوچھا جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں میری جائیداد کتنی بڑھی ہے۔ گھر کے لوگوں نے کہا ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھانا کھلاتا ہے اور مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے' ایک اونٹنی ہے جس پر پانی آتا ہے اور ایک چادر جس کی قیمت سوا روپیہ ہے۔ کہا میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا دی جائیں۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عائشہؓ سے پوچھا' ''رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔'' جواب دیا ''تین کپڑوں کا'' کہنے لگے میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہونے چاہئیں۔ دونوں یہ چادریں ہیں جو اس وقت اوڑھے ہوئے ہوں لیکن انہیں دھلوا لیا جائے' ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے جو اس وقت ان کے پاس تھیں یہ سن کے کہا کہ ''ابا جان' ہم لوگ اتنے مفلس نہیں کہ آپ کے کفن کے لیے نیا کپڑا بھی نہ خرید سکیں'' فرمایا ''مردوں سے زیادہ زندوں کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔'' پھر کہنے لگے' ''آنحضرت ﷺ نے کس روز وفات پائی تھی۔'' حضرت عائشہؓ نے کہا ''دوشنبہ کو'' کہنے لگے آج دوشنبہ ہے مجھے امید ہے کہ میری وفات بھی آج ہی ہوگی۔'' پھر کہا ''میری قبر بھی رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کے پاس بنائی جائے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے 22 جمادی الآخر کو مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور اسی شب کو انہیں حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رسول اللہ ﷺ کے مزار کے پاس دفن کر دیا گیا۔ انہوں نے دو برس تین مہینے گیارہ دن خلافت کی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 63 برس کی تھی۔ ان کے تین لڑکے تھے تین لڑکیاں' بڑے لڑکے عبدالرحمٰن تھے جو مدت تک اسلام نہ لائے اور کافروں سے مل کے مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ دوسرے لڑکے عبداللہ

Marfat.com

تھے جنہوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ ہجرت کے زمانے میں حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غار ثور میں تھے۔ یہ دن بھر مکہ میں رہ کر قریش کے منصوبوں کی ٹوہ لگاتے رہتے اور رات کو غار ثور میں پہنچ جاتے تھے۔ طائف کی لڑائی میں ان کے پاؤں میں تیر کا زخم آیا تھا۔ اسی کے صدمہ سے وفات پائی تیسرے لڑکے محمد تھے جو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماؓ تھیں ان کی شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی تھی جو بڑے رتبہ کے صحابیؓ تھے۔ دوسری صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ تھیں۔ عبداللہؓ کے اولاد نہیں ہوئی۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کی اولاد کا سلسلہ عبدالرحمٰنؓ اور محمدؓ سے چلا۔

حضرت ابو بکرؓ جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس وقت تک آپ ﷺ کو رسالت نہیں ملی تھی لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ مجھے اللہ نے اپنا رسول بنایا اور لوگوں کو ہدایت کرنے کا حکم دیا ہے تو انہوں نے لحہ بھر کے لیے تامل کیے بغیر کہا میں آپ کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں۔ جب انہیں خلافت ملی تو وہ بڈھے ہو چکے تھے۔ اکسٹھ برس کی عمر تھی لیکن جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور عرب کے چوبیس قبیلے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ایسی ہمت دکھائی کہ سب لوگ دنگ رہ گئے۔ صحابہؓ میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جو قبیلے زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے انہیں زکوٰۃ معاف کر دینا چاہیے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہ مانا اور کہنے لگے کہ اگر تم لڑنا نہیں چاہتے تو میں اکیلا لڑوں گا پھر صحابہؓ کو ساتھ لے کے مدینہ سے نکلے اور جو لوگ بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے انہیں پے در پے شکستیں دے کر تتر بتر کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سینہ ایمان کا خزینہ تھا اور ان کے دل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے مالا مال کر رکھا تھا۔ انہوں نے اگرچہ صرف سوا دو برس خلافت کی لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں ایسے کارنامے انجام دیئے جنہیں صدیوں انجام دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ 33 برس کی عمر میں نبوت کے چھٹے برس اسلام لائے تھے اور جب وہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کی عمر 53 برس کی تھی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں 8 برس گزارے تھے' سارے بڑے معرکے میں ساتھ رہے۔

حضرت عمرؓ صحابہؓ کے مشوروں سے ملک کا انتظام کرتے تھے' یہ مجلسیں جن میں بڑے بڑے اہم فیصلے ہوتے تھے' مسجد نبوی ﷺ میں ہوا کرتی تھیں اور ان میں بڑے بڑے صحابیؓ جو ملکی معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے' شریک ہوتے تھے' کبھی کبھی فوجی افسروں کو بھی شریک کرلیا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ ساڑھے دس برس خلیفہ رہے۔

Marfat.com

اِسلام سے پہلے

قریش کا قبیلہ جس کے قبضہ میں مکہ کی سرداری اور حکومت تھی۔ دس شاخوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان دس گھرانوں کے سرداروں کے سپرد الگ الگ کام تھے۔ کوئی حاجیوں کو پانی پلاتا کوئی مقدموں کے فیصلے کرتا کوئی جنگ کے زمانے میں فوج کی سرداری کی خدمت انجام دیتا۔ انہیں میں بنوعدی یعنی عدی کا گھرانا بھی تھا۔ جب قریش کو کسی دوسرے قبیلہ کے پاس ایلچی بھیجنا ہوتا تھا تو یہ کام اسی گھرانے کے لوگوں کے سپرد ہوتا۔ حضرت عمر بن خطابؓ اسی گھرانے میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ ہجرت سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ سے تیرہ برس اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گیارہ برس چھوٹے تھے۔ ان کے گھرانے کے مکان مکہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تھے۔ وہ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں ہوش سنبھالا۔ جب ذرا سیانے ہوئے تو باپ نے اونٹ چرانے کا کام ان کے سپرد کر دیا چنانچہ وہ نمدہ کا کرتہ پہنے مکہ کے پاس ایک میدان میں اونٹ چراتے پھرتے تھے۔ ذرا تھک کے بیٹھ جاتے تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتے تھے۔

ان دنوں عرب میں نسب کا جاننا بڑا ضروری سمجھا جاتا تھا اور بعض لوگوں کو تو مختلف قبیلوں کے ایک ایک شخص کا پورا نسب نامہ یاد تھا۔ یہ لوگ اتنا ہی نہیں بتاتے تھے کہ کون کس کا بیٹا اور کس کا پوتا ہے بلکہ اوپر کی ساری پیڑھیاں فر فر گنتے چلے جاتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے باپ دادا اس فن میں بڑے ماہر تھے انہوں نے خود بھی اپنے باپ خطاب سے یہ فن سیکھا تھا اور اس میں بڑی مہارت پیدا کر لی تھی۔ اس کے علاوہ سپہ گری کے جتنے کرتب تھے۔ حضرت عمرؓ ان میں بھی ماہر تھے اور ان کی شہ سواری کا تو یہ حال تھا کہ اچھل کے گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور اس کی پیٹھ پر اس طرح جم کے بیٹھتے تھے کہ گھوڑے اور سوار میں فرق نظر نہیں آتا تھا۔

مکہ سے کچھ فاصلہ پر عکاظ ایک میدان ہے جہاں سال کے سال بڑا بھاری میلہ لگتا تھا' جس میں ہر فن کے ماہر جمع ہوتے تھے۔ مشہور سپاہی سپہ گری کے کرتب دکھاتے تھے شہ سواری نیزہ بازی' تیغ زنی' تیر اندازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ کشتیاں لڑی جاتی تھیں اس میلے میں شاعر بھی آتے تھے اور اپنا اپنا کلام سنا کے لوگوں سے داد حاصل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ عکاظ کے دنگلوں میں کشتیاں لڑتے تھے اور عرب کے نامی پہلوانوں میں سمجھے جاتے تھے۔ وہ خود شاعر تو نہیں تھے البتہ شعر کو خوب سمجھتے تھے اور انہیں بہت سے شاعروں کا کلام یاد تھا۔

ان کا قد لانبا تھا۔ لوگوں میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کا قد سب سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کہ گھوڑے پر سوار ہیں آواز بہت اونچی تھی۔ حج کے دنوں میں اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے تو مسجد تک آواز جاتی تھی۔ تقریر کا فن بھی انہیں خوب آتا تھا تقریر کرتے تھے تو لوگوں پر چھا جاتے تھے۔ طبیعت میں غصہ زیادہ تھا۔ اس لیے لوگ ان سے ڈرتے تھے لیکن بڑھاپے میں خاص طور پر خلیفہ بننے کے بعد طبیعت میں بڑی نرمی آ گئی تھی۔

عرب کے اکثر قبیلے خاص طور پر قریش تجارت کرتے تھے۔ کچھ لوگ شام اور ایران تک پہنچتے تھے۔ بعض ہمت والے ادھر ہندوستان اور ادھر چین تک ہو آتے تھے حضرت عمرؓ بھی تجارت کرتے تھے چنانچہ انہیں تجارت کے سلسلے میں اکثر دوسرے ملکوں تک جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ان کی معلومات خاصی تھیں۔ جوانی ہی میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ ان دنوں ایسے لوگ کم تھے جنہیں لکھنا پڑھنا آتا ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت کا رتبہ ملا' قریش کے پورے قبیلہ میں صرف سترہ آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

0300 - 4833603

اِسلام قبول کرنا

قریش حضرت ابراہیمؑ کے چھوٹے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھے۔ شروع شروع میں وہ اپنے بزرگوں کے دین پر قائم رہے یعنی ان کی گردن سچے اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتی تھی لیکن رفتہ رفتہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ گمراہی کا طوفان ایسا اٹدا کہ چاند سورج ستارے پہاڑ اور پتھر پوجنے لگے۔ لوگوں کے دلوں سے سچے اللہ کا خوف نکل گیا انہوں نے بڑا غضب تو یہ کیا کہ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت لا کے رکھ دیئے جن پر چڑھاوے چڑھتے تھے اور مرادیں مانگی جاتی تھیں پھر بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو حضرت ابراہیمؑ کے پرانے دین پر قائم تھے اور بت پرستی کو برا سمجھتے تھے۔ انہیں میں حضرت عمرؓ کے چچیرے بھائی زید بن نفیل بھی تھے۔ اگرچہ زید کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے کانوں میں بچپن سے توحید کی آواز پڑنی شروع ہوگئی تھی پھر بھی وہ باپ دادا کے عقیدے پر مدت تک جمے رہے اور رسول اللہ ﷺ کو نبوت کا رتبہ ملنے کے بعد کئی برس تک ایمان نہ لائے۔

رسول اللہ ﷺ کو نبوت ملی تو حضرت عمرؓ ستائیسویں برس میں تھے اور ان کا شمار مکہ کے مشہور لوگوں میں ہوتا تھا۔ عدی کے گھرانے کے سپرد جو کام تھے انہیں حضرت عمرؓ ہی انجام دیتے تھے۔ قریش کو کسی دوسرے قبیلہ کے پاس ایلچی بھیجنا ہوتا تھا تو حضرت عمرؓ ہی کو

Marfat.com

بھیجا جاتا تھا کیونکہ انہیں تقریر کرنے کا ڈھنگ خوب آتا تھا۔ جب کبھی دو شخصوں میں خاندان کی بڑائی کے بارے میں جھگڑا ہو جاتا تھا تو اس کا فیصلہ بھی حضرت عمرؓ ہی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کو اللہ کے سچے دین کی طرف بلایا تو قریش کے دوسرے بڑے بڑے لوگوں کی طرح انہوں نے بھی آپ کی مخالفت کی۔ کہتے ہیں ان کی ایک لونڈی جس کا نام لبینہ تھا مسلمان ہوگئی تھی۔ عمرؓ اسے بہت پیٹتے تھے مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے ذرا ستالوں پھر تجھے سمجھوں گا۔

ایک دن نہ جانے بیٹھے بیٹھے کیا خیال آیا' کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ لے کے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ سے جو بنو عدی میں سے تھے ملاقات ہوگئی ان کے تیور دیکھ کے نعیم بن عبداللہ جو خود بھی مسلمان ہو چکے تھے پوچھا' خیر تو ہے' اتنے غصہ میں کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ملا محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ ارادہ ہے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لو کیونکہ تمہاری بہن فاطمہؓ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کے حضرت عمرؓ الٹے پاؤں پھرے اور بہن کے یہاں پہنچے۔ اس وقت دونوں میاں بیوی قرآن پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ کی آواز سن کر انہوں نے قرآن کے ورق چھپا دیئے۔ انہوں نے پوچھا تم ابھی ابھی کیا پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہو یہ کہہ کے بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا بہن بچانے آئیں تو انہیں بھی پیٹا۔ اس حالت میں ان کی زبان سے نکلا ''عمر جو چاہے کر لو اسلام اب ہمارے دل سے نکل نہیں سکتا۔'' بہن کو لہولہان دیکھ کے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا کہنے لگے۔ تم جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھے بھی لا کے دکھاؤ۔ انہوں نے قرآن کے ورق سامنے لا کے رکھ دیئے۔ جوں جوں پڑھتے جاتے تھے چہرے کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ آخر اللہ کے کلام نے دل کو ایسا پگھلایا کہ بے اختیار پکار اٹھے' میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہوں۔ یہاں سے نکلے تو سیدھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی' کون

Marfat.com

ہے؟ جواب ملا' عمر جو صحابیؓ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے' ان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کے گھبرائے کہ نہ جانے کس ارادے سے آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ جو اپنے زمانے کے مشہور شہسوار اور بڑے بہادر شخص تھے کہنے لگے آنے دو اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔

آنحضرت ﷺ اٹھ کے آگے بڑھے اور پوچھا ''عمر کس ارادے سے آئے ہو؟'' عمر سہم گئے اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا' یا رسول اللہ ﷺ مسلمان ہونے یہ سن کے مسلمانوں نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ مکہ کے پہاڑ گونج اٹھے۔

حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے چھٹے برس یعنی تینتیس برس کی عمر میں مسلمان ہوئے ان کے اسلام لانے پر بڑا ہنگامہ ہوا اور کافروں نے ان کے مکان کو گھیر لیا لیکن وہ بڑے بارسوخ شخص تھے۔ قریش میں سے جو لوگ اسلام نہیں لائے تھے۔ ان میں بھی بعض ایسے تھے جو پرانی دوستی اور رشتہ داری کے خیال سے ان پر آنچ نہیں آنے دینا چاہتے تھے۔ اس لیے لوگ صرف شور مچا کے رہ گئے۔ کسی کو ان پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہیں پڑی۔ اس وقت تک صرف چالیس پچاس آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن وہ گھروں میں نمازیں پڑھتے تھے۔ خانہ کعبہ میں جا کے نماز پڑھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے اتنا ہوا کہ مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں جا کے نماز ادا کی اور کوئی انہیں روک نہ سکا۔

Marfat.com

اِسلام لانے کے بعد

حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ میں سات برس گزارے۔ یہ زمانہ سارے مسلمانوں کے لیے بڑے دکھوں اور مصیبتوں کا زمانہ تھا۔ کافر مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے نئے نئے طریقے تلاش کرتے رہتے تھے۔ کوئی مسلمان مکہ کے کسی گلی کوچے میں نظر آ جاتا تو اس پر آوازیں کستے' اینٹیں اور پتھر پھینکتے۔ غریب لوگوں اور لونڈی غلاموں پر تو خیر آئے دن ظلم توڑے جاتے تھے لیکن جو لوگ اثر ورسوخ والے تھے۔ قریش ان پر بھی ظلم کرنے سے نہ چوکتے تھے۔ ابو طالب رسول اللہ ﷺ کے چچا اور حضرت علیؓ کے والد تھے انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا لیکن شروع سے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیتے تھے قریش نے ان سے بہتیرا کہا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کر دو یا ہم سے الگ ہو جاؤ لیکن انہوں نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا بلکہ اپنے سارے گھرانے کو جو اس خاندان کے ایک بزرگ ہاشم کے نام پر بنو ہاشم کہلاتا تھا' آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ کر لیا۔ قریش نے آپس کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک ابو طالب محمد ﷺ کی مدد کرنے سے باز نہیں آتے بنو ہاشم سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے اور ان کے ساتھ بات چیت' میل جول' لین دین بند کر دیا جائے۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا جس پر قریش کے بڑے بوڑھوں نے دستخط کیے اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔

ابو طالب نے اپنے سارے خاندان سمیت ایک گھاٹی میں پناہ لی جو شعب ابی طالب یعنی ابو طالب کی گھاٹی کے نام سے مشہور ہے۔ قریش نے تاکید کر رکھی تھی کہ گھاٹی پر اناج کا دانہ تک نہ پہنچنے پائے۔ پورے خاندان نے تین سال درختوں کے پتے اور گھاس کھا کے گزارے بنی ہاشم کے بچے بھوک سے بلکتے تھے لیکن کافروں کو ترس نہیں آتا تھا مسلمان دشمنوں کی نظریں بچا کے تھوڑا بہت اناج گھاٹی میں پہنچا دیتے تھے لیکن اس پر اتنے بڑے کنبے کا گزارہ کیسے ہو سکتا تھا؟ آخر کچھ لوگوں کو جن سے بنی ہاشم کی رشتہ داری تھی رحم آیا اور انہوں نے یہ عہد نامہ پھاڑ ڈالا۔

رسول اللہ ﷺ گھاٹی سے نکلے تھے کہ اور مصیبت پیش آئی یعنی ابو طالب کا انتقال ہو گیا' ابھی یہ زخم ہرا تھا یعنی ابو طالب کے انتقال کو چوتھا دن ہوا تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔ ابو طالب جب تک زندہ تھے قریش مسلمانوں پر ہاتھ ڈالتے ہچکچاتے تھے خاص طور پر وہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کا ارادہ کرتے تھے ابو طالب بھتیجے کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے تھے اور ان سے آنکھیں چار ہوتے ہی ہاتھ رک جاتے اور گردنیں جھک جاتی تھیں لیکن ابو طالب کے انتقال نے یہ رکاوٹ بھی دور کر دی اور قریش بے کھٹکے مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا نواں سال تھا کہ ابو طالب نے وفات پائی اس واقعہ سے کوئی ڈیڑھ دو سال کے بعد مدینہ کی بستی میں جو ان دنوں یثرب کہلاتی تھی اور مکہ سے کوئی دو سو میل کے فاصلہ پر ہے اسلام کا چرچا ہوا اور رفتہ رفتہ وہاں کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان لوگوں کا اصرار تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے چلیں آپ ﷺ خود تو نہیں گئے البتہ صحابہؓ کو جانے کی اجازت دے دی۔ سب سے پہلے پانچ صحابی جن میں رسول اللہ ﷺ کے موذن حضرت بلالؓ بھی تھے مدینہ تشریف لے گئے پھر حضرت عمرؓ نے بیس صحابیوںؓ کے ساتھ ہجرت کی۔ جب قریب قریب سب مسلمان مدینہ جا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کے مدینہ کا رخ کیا۔ حضرت علیؓ سب سے آخر میں آئے کیونکہ آنحضرت ﷺ انہیں

Marfat.com

لوگوں کی امانتیں لوٹانے کے لیے مکہ چھوڑ آئے تھے۔

مدینہ میں جگہ کم تھی بہت سے مہاجر قبا کی بستی میں جو مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے ٹھہر گئے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی یہیں آ کے اترے کچھ دن کے بعد آنحضرتﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تشریف لائے تو دو ہفتہ قبا میں ٹھہرے۔ یہاں ایک مسجد بنوائی پھر مدینہ تشریف لے گئے لیکن حضرت عمرؓ قبا ہی میں رہے۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرتﷺ نے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو انصاری کسی مہاجر کا بھائی بن گیا اس نے اس مہاجر کو اپنا آدھا مال بانٹ دیا۔ حضرت عتبان بن مالکؓ جو قبیلہ بنو سالم کے سردار اور مدینہ کے معزز لوگوں میں سے تھے وہ بھی قبا ہی میں رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ قاعدہ بنالیا تھا کہ ایک دن چھوڑ کے آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جس دن عمرؓ مدینہ نہیں جاتے تھے اس دن عتبان بن مالکؓ آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد جب مسجد نبویﷺ میں نمازیوں کی کثرت ہونے لگی تو آنحضرتﷺ کو خیال آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے وقت بلانے کا کوئی انتظام ہونا چاہیے کیونکہ جو لوگ مسجد میں نماز پڑھنے آتے تھے ان میں کوئی پہلے آ جاتا تھا اور کوئی بعد میں۔ اس لیے بعض لوگ وقت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت سے محروم رہ جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے رائے دی کہ عیسائیوں کی طرح نماز کے وقت ناقوس بجایا جائے۔ حضرت عمرؓ بھی اس موقع پر موجود تھے' انہوں نے کہا ناقوس بجانے کی بجائے لوگوں کی نماز کی طرف بلانے کیلئے ایک آدمی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔ آنحضرتﷺ کو یہ تجویز پسند آئی اور اسی وقت حضرت بلالؓ کو جن کی آواز میں بڑی مٹھاس اور گھلاوٹ تھی اذان دینے کا حکم دیا چنانچہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کا یہ سیدھا سادہ اور پراثر طریقہ اس وقت سے برابر چلا آتا ہے اور نماز کی تمہید سمجھا جاتا ہے۔

ہجرت کے بعد

ہجرت کے بعد قریش سے لڑائیوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا پہلے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں پھر ہجرت کے دوسرے سال بدر کے میدان میں ایک بڑے زور کا معرکہ ہوا جس نے قریش کا زور توڑ کے رکھ دیا۔ اس لڑائی میں قریش ایک ہزار سپاہی لے کے آئے تھے جن میں سو سواروں کا ایک رسالہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ صرف تین سو تیرہ جانثاروں کو لے کے ان کے مقابلہ پر نکلے تھے۔ حضرت عمرؓ اس معرکہ میں بارہ آدمیوں کو لے کے شریک ہوئے تھے۔ ان میں بعض ان کے خاندان کے لوگ تھے اور بعض دوسرے دوست' اللہ نے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح دی۔ قریش کے ستر آدمی جن میں ان کا مشہور سردار ابوجہل بھی تھا مارے گئے اور ستر کے قریب گرفتار ہوئے جو مسلمان اس معرکہ میں شہید ہوئے ان کی تعداد صرف چودہ تھی۔

حضرت عمرؓ اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑے اور قریش کا ایک مشہور سردار عاصی بن ہشام جو رشتے میں ان کا ماموں ہوتا تھا ان کے ہاتھوں سے مارا گیا اور شہیدوں میں حضرت عمرؓ کا ایک غلام مہجع نامی بھی تھا جس نے اس معرکہ میں سب پہلے شہادت پائی۔ اس لڑائی میں جو لوگ قید ہوئے ان میں بعض مسلمانوں کے قریبی رشتہ دار تھے مثلاً حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے چچا اور حضرت حمزہؓ کے بھائی تھے اور حضرت علیؓ کے بھائی

Marfat.com

عقیلؓ بھی قیدیوں میں موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ قیدیوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کوئی چیز نہیں' ان لوگوں کو قتل کر دینا چاہیے اور وہ بھی اس طرح کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے رشتہ داروں کو خود قتل کرے۔ حمزہؓ عباسؓ کا سر اڑا دیں۔ علیؓ عقیلؓ کو قتل کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ پر عمل کیا اور قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا۔

دوسرے سال قریش بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ بدر کا بدلہ لینے آئے ان کے ساتھ دو سو سوار تھے اور سات سو سپاہی ایسے تھے جو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر احد ایک پہاڑ ہے' یہاں مسلمانوں سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اسلامی لشکر میں صرف سات سو سپاہی تھے مسلمان اس بہادری سے لڑے کہ قریش کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ خاص طور پر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اور ایک صحابی حضرت ابودجانہؓ اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کی صفیں الٹ کے رکھ دیں۔ آنحضرت ﷺ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے پچاس تیراندازوں کو احد کی گھاٹی پر مقرر کر دیا تھا۔ انہوں نے جب قریش کو بھاگتے دیکھا تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کے قریش پر جا پڑے۔ قریش کی فوج کا ایک دستہ پہاڑ کے پیچھے تھا اس نے گھاٹی کو خالی پا کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ قریش کی فوج کا ایک بڑا حصہ جو بھاگا جا رہا تھا یکبارگی پلٹ پڑا اور لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔

اب جو لڑائی شروع ہوئی تو حضرت حمزہؓ جن کے ہاتھ سے بدر اور اُحد میں قریش کے مشہور سردار مارے گئے تھے ایک حبشی غلام کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ خود آنحضرت ﷺ زخمی ہوئے اور اس ہنگامہ میں یہ خبر اڑ گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے۔ یہ سن کے بعض مسلمانوں نے گھبرا کے مدینہ کا رُخ کیا بعض نے مایوس ہو کے ہتھیار ڈال دیئے اور بعض یہ کہتے ہوئے تلوار سونتے کافروں کی صفوں میں گھس گئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے بغیر زندہ رہ کے کیا کریں گے؟ حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو میدان

Marfat.com

سے تو نہیں ہٹے البتہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کے ہتھیار پھینک کے بیٹھ گئے تھے کہ اب جینا بیکار ہے۔ اس حالت میں تھوڑی ہی دیر گزرنے پائی تھی کہ اتنے میں ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اب حضرت عمرؓ اور کئی اور صحابیؓ ہر طرف سے سمٹ کے رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ قریش کو خبر ملی تو وہ بھی پلٹے مگر مسلمانوں نے انہیں مار ہٹایا قریش کے حملوں سے تھوڑی سی مہلت ملی تو رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کو لے کے پہاڑ پر چڑھ گئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ قریش کا سردار پہاڑ کے درے کے پاس آیا اور پکار کر کہنے لگا اے لوگو' تم میں محمد ﷺ ہیں یا نہیں کوئی جواب نہیں ملا پھر اس نے پکار کے کہا تم میں ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں یا نہیں۔ اب بھی ادھر اسے اس سوال کا جواب نہ دیا تو ابوسفیان کہنے لگا تو پھر یہ لوگ ضرور مارے گئے۔ حضرت عمرؓ اب تک چپکے بیٹھے تھے۔ اب ان سے نہ رہا گیا پکار کر کہنے لگے''اے اللہ کے دشمن' ہم سب زندہ ہیں ابوسفیان نے کہا' اے ہبل (ہبل ایک بت کا نام تھا جسے قریش پوجتے تھے) بلند ہو۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو جواب دینے کے لیے کہا وہ پکارے کہ اللہ بلند اور برتر ہے۔

اُحد کی لڑائی میں قریش کا پلہ تو ضرور بھاری رہا لیکن انہیں جو کامیابی ہوئی اسے صحیح معنوں میں فتح بھی نہیں کہہ سکتے۔ مسلمانوں کا رعب ان پر کچھ اس طرح چھایا ہوا تھا کہ انہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اتنی کامیابی ہی کو غنیمت سمجھ کے واپس چلے گئے۔

کچھ دنوں کے بعد یہودیوں سے مسلمانوں کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ مدینہ کے یہودی اپنے معاہدہ پر قائم نہیں رہے تھے اور آئے دن فتنے اٹھاتے رہتے تھے۔ آخر انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا یہاں سے نکل کے وہ خیبر پہنچے اور وہیں ڈیرے ڈال دیئے پھر آس پاس کے قبیلوں کے مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا قریش تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے تھے۔ یہودیوں نے ان سے مدد مانگی تو وہ فوراً تیار ہو گئے اور دس ہزار سپاہی لے کے مدینہ پر چڑھ آئے یہ تو صرف قریش کی فوج تھی یہودیوں کا لشکر ان کے علاوہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو صلاح یہ ٹھہری کہ مدینہ کے گرد خندق کھودی جائے کا ذ

Marfat.com

ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے پڑے رہے۔ مدینہ میں رسد کم تھی اس لیے مسلمانوں پر کئی کئی دن کے فاقے گزر جاتے تھے خود رسول اللہ ﷺ تین تین دن بھوکے رہے۔

دشمن کبھی کبھی خندق کو عبور کر کے حملے کرتے تھے۔ اس لیے خندق پر جگہ جگہ بڑے بڑے صحابہؓ کی ماتحتی میں فوج کے دستے مقرر کر دیئے گئے تھے تا کہ دشمن خندق سے پار اتر آئیں تو انہیں روک لیا جائے۔ خندق کے ایک حصہ کی حفاظت حضرت عمرؓ کے سپرد تھی آگے چل کے یہاں ان کے نام کی ایک مسجد تعمیر کی گئی' جو آج تک موجود ہے۔ اس لڑائی میں ایک دفعہ کافروں کے لشکر سے چار بہادر گھوڑے کدا کے خندق کے پار پہنچ گئے۔ ان میں عمرو ابن عبدو بھی تھا جس کی بہادری کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی' اس نے پکار کر کہا کون ہے جو میرے مقابلہ پر آئے۔ ادھر سے حضرت علیؓ نے بڑھ کر مقابلہ کیا عمرو ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اب باقی کے تین شہسوار حملہ کرنے کے لیے حضرت علیؓ پر جھپٹے لیکن جب دیکھا کہ ان کی تلوار سے پناہ پانا مشکل ہے تو بھاگے' دو تو خندق کو عبور کر کے نکل گئے' تیسرا خندق میں گر پڑا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ایک تو عمرو بن عبدو کے مارے جانے سے کافر بہت بے دل ہو گئے پھر ایک رات اس زور سے آندھی چلی کے خیمہ کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ کافروں میں پہلے ہی مایوسی پھیلی ہوئی تھی آندھی کا زور شور دیکھ کر ایسے گھبرائے کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ نے کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اس سفر میں چودہ سو صحابیؓ ہمراہ تھے چونکہ جنگ کا ارادہ نہیں تھا اس لیے ہتھیار بھی ساتھ نہیں لیے تھے۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر پہنچ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہتے چلنا مناسب نہیں چنانچہ ہتھیار منگا لیے گئے۔ مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر پہنچے تو خبر ملی کہ قریش لڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ایلچی بنا کے قریش کے پاس بھیجنا چاہا۔ انہوں نے کہا قریش میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں میرا مکہ میں کوئی حامی موجود نہیں حضرت عثمانؓ کو بھیجئے کیونکہ ان کے کنبے کے بہت سے لوگ مکہ میں موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ حدیبیہ میں رک گئے اور حضرت عثمانؓ کو قریش سے بات چیت کرنے بھیجا۔قریش نے انہیں روک لیا لیکن یہاں یہ خبر اڑ گئی کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے عہد لیا کہ ہم سب حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں نثار کر دیں گے یہ بیعت ببول کے ایک درخت تلے لی گئی تھی' اس لیے اسے ''بیعت الشجرہ'' کہتے ہیں۔اب قریش نے اپنی طرف سے ایک شخص کو بات چیت کرنے بھیجا بڑی بحث کے بعد ان شرطوں پر صلح ہوئی کہ اب کے مسلمان مکہ میں نہ آئیں۔اگلے سال آئیں اور تین دن ٹھہر کے چلے جائیں مکہ میں جو مسلمان ہیں انہیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی مدینہ جائے تو اسے واپس بھجوا دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ چلا جائے تو وہ واپس نہیں جا سکے گا۔

معاہدہ کی آخری شرط سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کے صلح کی ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ بہت بے چین ہوئے۔پہلے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اس طرح دب کے صلح کرنا تو اچھا نہیں۔انہوں نے سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ کرتے ہیں ٹھیک ہی کرتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ کی تسلی نہ ہوئی۔رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کے کہا کیا آپ ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر نہیں جواب ملا بے شک میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں۔حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہم یہ ذلت کیوں اٹھائیں اور اپنے دشمنوں سے اس طرح دب کے کیوں صلح کریں۔آپ نے جواب دیا میں اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔حضرت عمرؓ نے اس موقع پر جس لہجہ میں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی تھی' اس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا' کفارے کے طور پر روزے رکھے نفل نمازیں پڑھیں' غلام آزاد کیے پھر بھی پھانس دل میں برابر کھٹکتی رہی۔

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے چلے تو راستہ میں اللہ کا پیغام آیا کہ ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عطا کی۔حضرت عمرؓ کو ابھی تک اطمینان نہ ہوا تھا۔رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا کھلی ہوئی فتح ہے؟ جواب ملا ''بے شک'' کچھ دنوں کے بعد سب کو معلوم ہو گیا کہ حدیبیہ کی صلح واقعی اسلام کی فتح تھی۔صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کا میل جول بڑھا۔مکہ اور

Marfat.com

عرب کے دوسرے حصوں کے لوگ مدینہ آنے لگے آپس کے اس میل جول کا یہ نتیجہ ہوا۔ لوگوں کو مسلمانوں کے طور طریق دیکھنے کا' اسلام کی خوبیوں پر غور کرنے کا موقع ملا اور ان کے دل اللہ کے سچے دین کی طرف کھچنے لگے۔ یہ صلح صرف دو برس رہی لیکن ان دو برسوں میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے' اٹھارہ برس میں بھی نہیں ہوئے تھے۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد خیبر کی جنگ ہوئی مدینہ سے جو یہودی نکالے گئے وہ خیبر میں جا کے آباد ہو گئے تھے یہ لوگ آئے دن نئے نئے فتنے اٹھاتے رہے۔ خندق کی لڑائی بھی انہیں لوگوں کی وجہ سے ہوئی تھی کیونکہ یہی یہودی تھے جنہوں نے مکہ جا کے قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کیا تھا۔ انہیں ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے۔ خندق کی لڑائی کے بعد بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کو یہودیوں کی شرارتوں سے نجات دلائی جائے چنانچہ ہجرت کے ساتویں برس آپ سولہ سو مسلمانوں کی فوج لے کے مدینہ سے نکلے یہودیوں نے خیبر میں بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جنہیں مسلمانوں نے ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ صرف دو قلعے جو اس زمانے کے مشہور شہسوار مرحب کے قبضہ میں تھے فتح نہ ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ان قلعوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بڑی عقلمندی سے لڑائی کا ڈول ڈالا لیکن کامیابی نہ ہوئی دوسرے روز حضرت عمرؓ کو سپہ سالار بنا کے بھیجا گیا وہ بھی ناکام لوٹے' تیسرے دن حضرت علیؓ علم لے کے بڑھے۔ مرحب خود ان کے مقابلہ پر آیا وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا لیکن حضرت علیؓ نے ایسی تلوار ماری جو سر کو کاٹ کر دانتوں تک اتر آئی۔ اس کے مرتے ہی یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین مسلمانوں میں بانٹ دی تھی۔ حضرت عمرؓ کو بھی ایک زرخیز ٹکڑا ملا لیکن انہوں نے اسے اللہ کے راستہ میں وقف کر دیا۔

حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا تھا قریش نے دو برس کے بعد اسے توڑ ڈالا آنحضرت ﷺ نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی۔ راستہ میں اور قبیلے بھی

Marfat.com

آ آ کے ملتے جاتے تھے۔ مکہ ایک منزل رہ گیا تو اس لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ رات کو ہر قبیلہ نے الگ الگ روشنی کی جس سے سارا صحرا جگمگا اٹھا' قریش کا مشہور سردار ابو سفیان دو اور سرداروں کو لے کر حالات معلوم کرنے کے لیے مکہ سے چلا تھا' دور سے دیکھا کہ کوسوں آگ ہی آگ روشن ہے حیران ہو کر آگے بڑھا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ نے کہیں اسے دیکھ لیا۔ چاہتے تھے کہ اس کی گردن اڑا دیں لیکن آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے اسے بچا لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے معافی دلا دی۔

مکہ کے لوگوں میں لڑنے کی ہمت کہاں تھی۔ وہ سب اپنے قصوروں کی معافی مانگنے حاضر ہوئے اور ان کے سارے قصور معاف کر دیئے گئے جب آنحضرت ﷺ بیعت لینے لگے تو حضرت عمرؓ ساتھ تھے۔ عورتوں کی باری آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے تم ان سے بیعت لو چنانچہ عورتوں نے حضرت عمرؓ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا اور مسلمانوں کو عرب کے دو بڑے طاقتور قبیلوں سے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس معرکہ میں بھی حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ اگلے سال تبوک کی مہم پیش آئی یعنی جب یہ خبریں مشہور ہونے لگیں کہ روم اور شام کے عیسائی مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے خود ان کے علاقے میں پہنچ کر انہیں روکنے کا ارادہ کیا۔ اس سال عرب میں قحط پڑا ہوا تھا پھر بھی لشکر کی تیاری کے لیے سارے صحابہؓ نے اپنی ہمت سے بڑھ کے اونٹ' گھوڑے اور نقد روپے دیئے۔ حضرت عمرؓ نے گھر کا آدھا مال لا کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر تبوک پہنچے جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے تو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے حملہ کی خبر غلط تھی۔ اس واقعہ سے سال بھر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حج کیا جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ حج کر کے مدینہ پہنچے تو چند دن کے بعد بیمار ہو گئے اور آخر اس بیماری میں وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ

رسول اللہ ﷺ بیماری کے زمانے میں بھی کچھ دن نماز پڑھاتے رہے لیکن جب بیماری بڑھ گئی تو حضرت ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے نماز پڑھانے کو کہا لیکن انہوں نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں آنحضرت ﷺ نے چند روز بیمار رہنے کے بعد انتقال فرمایا تو حضرت عمرؓ کو یقین نہیں آتا تھا کہ رحمت عالم ﷺ کا سایہ سچ مچ مسلمانوں کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ لوگوں کو زیادہ بے چین دیکھا تو تلوار کھینچ لی اور کہنے لگے جو شخص کہے گا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات پائی میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ عنقریب آپ کو اللہ اٹھائے گا اور آپ منافقوں کو سزا دیں گے لیکن حضرت ابوبکرؓ کی تقریر سننے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعی انتقال فرمایا تو دل پر بجلی سی گری۔ پاؤں سن ہو گئے اور وہ زمین پر گر پڑے۔

حضرت عمرؓ اگرچہ بعثت کے چھٹے برس مسلمان ہوئے تھے، بہت سے صحابیؓ ایسے تھے جو ان سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے پھر بھی ان کا شمار بڑے اونچے درجہ کے صحابیوںؓ میں ہوتا تھا وہ سارے اہم مشوروں میں شریک رہتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے نام کے ساتھ ان کا نام لوگوں کی زبانوں پر آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کی رشتہ داری بھی تھی یعنی ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے انہیں فاروق کا خطاب دیا تھا۔ فاروق کے معنی ہیں، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا، چنانچہ فاروق حضرت عمرؓ کے نام کا جزو بن گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بڑا خطرہ یہ تھا کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ انصار جو اپنے میں سے کسی شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے فوراً ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانے میں حضرت عمرؓ کا بڑا حصہ ہے۔ وہ فوراً حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کے انصار کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر جو تقریر کی تھی اس میں خدمت کے لیے حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا تھا لیکن انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہوں چنانچہ پہلے خود انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی پھر سب لوگ ٹوٹ پڑے۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو اہم واقعات پیش آئے ان میں حضرت عمرؓ کا مشورہ بھی شریک تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے بہت سے قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا بعض لوگوں نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا تھا اور کئی قبیلے ان پر ایمان لے آئے تھے۔ اکثر صحابہؓ کا خیال تھا کہ جن قبیلوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے ان سے نرمی برتی جائے حضرت عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے دلیلیں دے کر سمجھایا تو حضرت عمرؓ بھی ان کے ہم خیال ہو گئے چنانچہ وہ خود کہتے تھے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی تو میں سمجھ گیا کہ اللہ نے لڑائی کے لیے ان کا سینہ کھول دیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ سچائی پر ہیں حضرت ابوبکرؓ کے عہد کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ قرآن جمع کیا گیا۔ اس کام میں بھی حضرت عمرؓ کا مشورہ شریک تھا۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت میں بڑی تندی اور تیزی تھی۔ ذرا سی بات پر ان کی تلوار میان سے نکل آتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی ان کا یہی حال رہا اس لیے جب اپنی بیماری کے زمانے میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین بنانا چاہا اور بعض صحابہؓ سے مشورہ کیا تو قریب قریب سب نے یہی کہا کہ وہ یوں تو ہر طرح سے خلیفہ بننے کے لائق ہیں لیکن ان

Marfat.com

کے مزاج میں سختی ہے اور بعض نے تو یہ بھی کہا کہ آپ کے سامنے ہم لوگوں سے عمرؓ کا برتاؤ بہت سخت رہا ہے۔ وہ خود خلیفہ ہوں گے تو اللہ جانے کیا کریں گے حضرت ابوبکرؓ نے اس کے جواب میں کہا ان کی سختی وجہ یہ تھی کہ میں نرم تھا' خلافت کا بوجھ ان کے کندھوں پر آ پڑا تو طبیعت میں خود بخود نرمی آ جائے گی۔ یہ بات صحیح ثابت ہوئی خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمرؓ کی طبیعت میں اگلی سی تندی اور تیزی باقی نہ رہی۔

خلافت

حضرت عمرؓ 33 برس کی عمر میں نبوت کے چھٹے برس اسلام لائے تھے۔ جب وہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کی عمر 53 برس کی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اٹھارہ برس گزارے تھے سارے بڑے بڑے معرکوں میں ساتھ رہے تھے۔ جن لڑائیوں میں بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ ان میں بھی وہ ثابت قدم رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے انہیں بے حد محبت تھی اور ان کا بڑا ادب کرتے تھے۔ ان کی آواز بہت بلند تھی لیکن اللہ کا حکم آیا کہ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ سے اپنی آواز بلند نہیں کرنی چاہیے تو حضرت عمرؓ کا یہ حال ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرتے وقت اتنی دھیمی آواز میں بولتے تھے کہ آواز صاف نہیں سنائی دیتی تھی۔

حضرت عمرؓ کا قد لانبا تھا۔ سینکڑوں آدمیوں میں بھی کھڑے ہوتے تو ان کا قد نکلا ہوا معلوم ہوتا۔ دور سے دیکھنے والوں کا تو خیال ہوتا تھا کہ اور سب لوگ تو پاپیادہ ہیں اور حضرت عمرؓ گھوڑے پر سوار ہیں۔ گندمی رنگت تھی' رخسار بھرے ہوئے نہیں تھے۔ گھنی داڑھی بڑی بڑی مونچھیں سر کے بال سامنے سے اڑے ہوئے تھے' لوگوں پر ان کا بڑا رعب تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ طبیعت میں بڑی تواضع اور خاکساری بھی تھی' غذا بہت سادہ تھی۔ یعنی روٹی اور روغن زیتون' روٹی گیہوں کی ہوتی تھی لیکن آٹا چھانا نہیں جاتا تھا۔ ایک دفعہ

Marfat.com

عرب میں قحط پڑا تو گیہوں کی روٹی کے بجائے جو کی روٹی کھانے لگے۔ کبھی کھانے میں بہت زیادہ تکلف کیا تو روٹی اور روغن زیتون کے ساتھ گوشت' دودھ اور سرکہ بھی دستر خوان پر آ گیا لباس بھی موٹا جھوٹا پہنتے تھے۔ موٹے کپڑے کی قمیض کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی درویشوں کی سی ٹوپی بھی اوڑھ لیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگ ملنے آئے اور انہیں خاصی دیر ان کا انتظار کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ گھر سے نکلے تو معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہیں تھے جو کپڑے پہنے ہوئے تھے انہیں دھو کر سوکھنے ڈال دیا جب وہ سوکھ گئے تو انہیں پہن کے باہر نکلے۔

وہ اپنا کام اکثر اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ انہوں نے اگرچہ بڑی نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کی تھی پھر بھی عاقبت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف سے دل پگھل جاتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امڈ پڑتا۔ کبھی کبھی تو نماز میں چیخیں مار مار کے روتے تھے۔ ان کی طبیعت میں سختی ضرور تھی لیکن غرور نام کو نہیں تھا۔ ایک مرتبہ خطبہ میں کہا کہ ایک زمانے میں' میں اتنا مفلس تھا کہ لوگوں کو پانی بھر بھر کے لا دیا کرتا تھا۔ وہ مجھے اجرت کے طور پر چھوہارے دیتے تھے اور میں انہیں پر گذر کرتا تھا۔ وہ منبر سے اترے تو کسی نے پوچھا' یہ بات ایسی تو نہیں تھی کہ خطبہ میں کہی جاتی' کہنے لگے ذرا میری طبیعت میں غرور آ گیا تھا' میں نے اس طرح اس کا علاج کر لیا۔

خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے تجارت پر ان کا گزارہ تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد تجارت کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا مشکل ہو گیا۔ صحابہؓ کو بلا کے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا آپ بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح اتنا روپیہ لے لیا کیجئے جو آپ کے روٹی کپڑے کے لیے کافی ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے وظیفے ان کے رتبے اور درجے کے مطابق مقرر کیے تو خود بھی بیت المال سے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ لینے لگے۔ جو آج کل کے سکہ کے لحاظ سے ہزار بارہ سو روپے کے برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ وظیفہ کے معاملوں میں یہ درجہ بندی ہر شخص کی اسلامی خدمت کے لحاظ سے کی گئی تھی۔ جو لوگ

Marfat.com

بدر کی لڑائی میں شریک تھے انہیں سب سے زیادہ وظیفہ ملتا تھا جن لوگوں نے احد کے معرکہ میں حصہ لیا تھا انہیں ان سے کم اس سے اتر کے اور بھی کئی درجے تھے لیکن بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی تنخواہیں حضرت عمرؓ سے زیادہ تھیں۔

حضرت عمرؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو قبا کی بستی میں جو مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے ٹھہرے۔ حضرت عتبان بن مالکؓ ان کے دینی بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ ایک دن چھوڑ کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے لیکن جس دن خود حاضر نہیں ہوتے تھے' حضرت عتبان بن مالکؓ کو آپ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ خلافت ملی تو مدینہ چلے آئے۔ یہاں ان کا مکان مسجد نبوی ﷺ کے پاس تھا۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ کہلاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو لوگوں نے امیر المومنین یعنی مسلمانوں کا سردار کہنا شروع کر دیا۔ انہیں خود بھی یہ لقب پسند تھا۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوری پوری پیروی کی۔ کسی بات کا فیصلہ کرنا ہوتا تھا تو خود نہیں کرتے تھے صحابہؓ کو بلا کے مشورہ کر لیتے تھے۔ مشورہ کی اس مجلس میں وہی صحابہؓ شریک ہوتے تھے جن کی رائے پر لوگوں کو بھروسا تھا۔ ان میں بڈھے بھی تھے جوان اور ادھیڑ بھی کبھی کبھی کوئی اہم معاملہ پیش آتا تھا تو مہاجرینؓ اور انصارؓ میں سے بہت سے لوگوں کو مشورہ کے لیے بلایا جاتا تھا بلکہ کسی بات میں فوجی افسروں کی رائے ضروری ہوتی تو اس مجلس میں انہیں بھی شامل کر لیا جاتا تھا۔ یہ مجلسیں مسجد نبوی ﷺ میں ہوتی تھیں اور ان میں ہر شخص بڑی آزادی سے اپنے خیالات ظاہر کر سکتا تھا۔ لوگوں کو یہ آزادی تھی کہ خلیفہ کوئی غلطی کرے تو اسے ٹوک دیں۔ ملک کے مختلف صوبوں پر جو حاکم مقرر کیے گئے تھے' ان پر بڑی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ کسی حاکم کا کوئی قصور ثابت ہو جاتا تھا تو اسے سب کے سامنے سزا دی جاتی تھی۔

قبیلہ غسان کا شہزادہ جبلہ بن ایہم روم کے بادشاہ کا باج گزار اور بڑا دولت مند اور طاقتور سردار تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ ایک دن وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ کسی مسلمان کا پاؤں جبلہ کی چادر پر جا پڑا۔ جبلہ نے غصہ میں آ

Marfat.com

کے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس شکایت پہنچی انہوں نے جبلہ کو بلوا کے کہا' کہ تم نے اس شخص کو تھپڑ مارا ہے اب تمہیں اس کے ہاتھ سے تھپڑ کھانا پڑے گا جبلہ کہنے لگا آپ ذرا اس بات پر بھی غور کیجئے کہ میرے اور اس کے رتبہ اور حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اسلام اس قسم کی اونچ نیچ کو نہیں مانتا جو شخص جرم کرتا ہے' چاہے اس کا رتبہ کتنا ہی اونچا ہو اسے سزا ضرور دی جاتی ہے۔ جب جبلہ نے دیکھا کہ کسی طرح جان نہیں چھوٹتی تو کہنے لگا اچھا مجھے رات بھر کی مہلت دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ درخواست منظور کر لی اور وہ راتوں رات بھاگ کے اپنے علاقہ میں چلا گیا۔

حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کو بڑا خیال رہتا تھا۔ کسی مسلمان کو ذرہ بھر تکلیف ہوتی تو ان کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ راتوں کو مدینہ میں دیکھتے پھرتے کہ کسی کو کوئی شکایت تو نہیں مدینہ کے باہر جو قافلے اترتے تھے۔ رات رات بھر خود ان کی نگہبانی کرتے اور معمولی سپاہیوں کی طرح پہرا دیتے تھے۔ ایک رات مدینہ سے نکلے کچھ دور گئے تھے تو ایک خیمہ میں آگ روشن ہوتی نظر آئی۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے اور تین چار بچے اسے گھیرے ہوئے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا۔ انہیں بہلانے کو ہنڈیا میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا ہے۔ یہ سن کر سیدھے مدینے پہنچے۔ خود گھی' گوشت' آٹا اور کھجوریں اٹھا کے لائے اور یہ سارا سامان اس عورت کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے آٹا گوندھا پکا کر تیار کر کے بچوں کے سامنے رکھا وہ جب کھانا کھا کے کھیلنے لگے تو حضرت عمرؓ رخصت ہوئے۔ بچوں کی ماں چلتے وقت انہیں روک کے کہنے لگی۔ کیا اچھا ہوتا کہ عمرؓ کی جگہ تم خلیفہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ کے دل پر اس فقرہ نے بڑا اثر کیا۔ دوسرے دن اسے بلا کے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنے آرام و آسائش کا خیال بالکل نہیں رہا تھا۔ سارا سارا وقت خلافت کے کام کاج میں خرچ کر دیتے تھے۔ کبھی مسجد میں بیٹھے

Marfat.com

ہیں' صحابہؓ سے مشورے ہو رہے ہیں۔ روم اور ایران میں فوجیں بھیجنے کی تجویزیں سامنے آ رہی ہیں۔ ہرکارے آ رہے ہیں جا رہے ہیں۔ سپہ سالاروں کو ہدایتیں بھیجی جا رہی ہیں۔ حاکموں کی شکایتیں پیش ہو رہی ہیں یہ جھگڑے نمٹا کے اُٹھتے ہیں تو کندھے پر مشک اٹھا کے بیوہ عورتوں کے ہاں پانی پہنچاتے اور ان کی دعائیں لیتے ہیں' مسجد نبوی ﷺ میں پانچ وقت کی نماز پڑھانا بھی اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اس لیے کوئی کام بھی کر رہے ہوں' یہ خیال لگا رہتا ہے کہ نماز کی امامت کے لیے مسجد میں وقت پر پہنچنا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو لوگ میری راہ دیکھتے رہیں۔ نماز پڑھا کے مسجد سے نکلتے ہیں تو خبر آتی ہے کہ بیت المال سے ایک اونٹ بھاگ گیا۔ اس کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں آپ نے کیوں تکلیف کی۔ کسی غلام کو بھیج دیا ہوتا جواب دیتے ہیں۔ مجھ سے بڑھ کر غلام اور کون ہوگا۔ یہ کہتے وقت اپنی ذمہ داریوں کے خیال سے جی بھر آتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگتے ہیں۔ کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو کمر سیدھی کرنے فرش خاک پر لیٹ جاتے ہیں۔ رات کو مسجد نبوی ﷺ میں عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد شہر کی خبر لینے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ساری رات آنکھوں میں جاگ کر کاٹ دیتے ہیں۔

Marfat.com

عراق اور ایران کی لڑائیاں

جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس زمانے میں عرب کے دونوں بازوؤں پر دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ ایک طرف روم کی سلطنت تھی جو ایشیاء افریقہ اور یورپ تینوں براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ایران کی حکومت جس نے ایشیا کے ایک بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی تھی اور مسلمانوں نے ایک طرف تو ایرانیوں کو عراق کے کئی شہروں سے نکال دیا تھا اور دوسری جانب شام اور فلسطین میں رومی عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر خاصے بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ عیسائیوں سے مسلمانوں کے جو معرکے ہوئے ان میں سب سے بڑی لڑائی یرموک کی تھی۔ یہ لڑائی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے آخری زمانے میں شروع ہوئی تھی۔ ابھی لڑائی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ البتہ ایران کی بڑی بڑی لڑائیاں حضرت عمرؓ کی خلافت ہی کے زمانے میں ہوئیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے عراق پر حملہ کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کر بھیجا تھا۔ حضرت خالدؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ اور بڑے اونچے درجے کے سپہ سالار

تھے۔ان کی اسی خوبی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انہیں ''سیف اللہ'' یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا تھا۔وہ عراق کا ایک حصہ فتح کر چکے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں شام بھیج دیا اور ان کی جگہ مثنیٰ بن حارثؓ کو جو عراق اور عرب کے سرحدی علاقے کے ایک نو مسلم عرب سردار تھے سپہ سالار مقرر کیا۔مثنیٰ کے پاس فوج کم تھی۔اس لیے وہ حیرہ کا شہر فتح کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جس دن مثنیٰؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں سخت بخار تھا پھر بھی انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کے تاکید کی کہ مثنیٰؓ کی مدد کے لیے ضرور فوج بھیجی جائے۔اسی دن شام کے وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کی بیعت کے لیے دور دور سے لوگ آئے تھے۔حضرت عمرؓ نے انہیں عراق کے حالات سنائے اور جہاد پر ابھارا۔سب سے پہلے ابو عبید ثقفیؓ نے جو قبیلہ ثقیف کے مشہور سردار تھے' عراق جا کے ایرانیوں سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی پھر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم بھی چلیں گے حضرت عمرؓ نے ابو عبیدؓ کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور وہ حیرہ کی طرف بڑھے جہاں اسلامی فوج ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔

ان دنوں پوران دخت ایران کی ملکہ تھی۔اس نے جب پے در پے شکستوں کی خبریں سنیں تو رستم کو جو خراسان کے گورنر کا بیٹا اور بڑا لائق شخص تھا۔بلا کے وزیر جنگ مقرر کیا اس نے قاصد بھیج کے بڑے بڑے سرداروں کو جمع کیا اور انہیں غیرت دلا کے مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا۔جس علاقے پر مسلمانوں نے قبضہ کر رکھا تھا وہاں اس زور سے بغاوت ہوئی کہ کئی بستیاں مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گئیں پھر بھی جب میدان میں مسلمانوں سے ایرانیوں کا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا۔رستم کو یہ خبریں پہنچیں تو اس نے ایران کا پرانا قومی جھنڈا درفش کاویانی نکالا۔ایرانی اس جھنڈے کی بڑی عزت کرتے تھے جب کوئی نیا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا تو درفش کاویانی پر سونا چاندی اور جواہرات نچھاور کیے جاتے تھے۔ایرانیوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس میدان میں یہ جھنڈا لہرایا گیا ہے۔اس میں ایرانیوں کو ضرور فتح ہوئی ہے

Marfat.com

پھر بہمن کو جو بڑا تجربہ کار سپہ سالار تھا یہ جھنڈا دے کے مسلمانوں کے مقابلہ پر بھیجا گیا۔

بہمن دریائے فرات کے کنارے پہنچ کے رکا۔ ادھر سے ابو عبید ثقفی بڑھے اور وہ بھی دریا کے کنارے پہنچ کے رک گئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ دریا کے ایک کنارے پر مسلمان تھے' دوسرے کنارے پر ایرانی گویا دونوں فوجوں کے درمیان فرات کی موجیں حائل تھیں۔ بہمن نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ تم اس کنارے آتے ہو یا ہم اس کنارے آئیں۔ مثنیٰ بن حارث اور دوسرے سرداروں کی رائے یہ تھی کہ مسلمان جہاں ہیں وہیں رہیں اور ایرانیوں کو دریا عبور کر کے اس کنارے آنے دیا جائے لیکن ابو عبیدؓ نے بہادری کے جوش میں نہ مانا اور پل باندھ کے فوج کو دریا کے پار اتار دیا۔ دریا کے اس پار کا میدان تنگ تھا اور مسلمانوں کے لیے پیچھے ہٹنے کی کوئی جگہ نہ تھی پھر ایرانی فوج میں کثرت سے ہاتھی تھے۔ ایرانی فوج سنکھ اور گھنٹے بجاتی ہاتھیوں کو لے کے بڑھی تو مسلمانوں کے گھوڑے کچھ تو شور سن کے اور کچھ ہاتھیوں کی کالی کالی صورتیں دیکھ کے بدکے' ابو عبیدؓ نے یہ دیکھا تو گھوڑے سے کود کے تلوار سونت لی اور ساتھیوں کو للکارا کہ ہاتھیوں کو گھیر کے ہودوں کی رسیاں کاٹ ڈالو۔ ایک سپید ہاتھی جو ہندوستان کے کسی راجہ نے شاہ ایران کے پاس بھیجا تھا آگے آگے تھا۔ ابو عبیدؓ اس کی طرف بڑھے اور تلوار کے ایک ہی وار میں سونڈ کاٹ ڈالی۔ ہاتھی زخم کھا کے چنگھاڑا اور انہیں زمین پر گرا کے سینے پر پاؤں رکھ دیا کہ پسلیاں چور چور ہو گئیں۔ ابو عبیدؓ کے شہید ہو جانے پر ان کے بھائی نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ ایک شخص نے ہٹ کے پل توڑ ڈالا تا کہ مسلمان بھاگ نہ سکیں یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ہاتھی کالے کالے بادلوں کی طرح مسلمانوں کے لشکر پر چھائے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک مسلمان بھی نہیں بچے گا۔ یہ حال دیکھ کے مثنیٰ نے فوج کی کمان سنبھالی۔ کچھ لوگوں کو پل کی مرمت کرنے بھیجا تا کہ جو لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے انہیں دریا کے پار اتار دیا جائے اور باقی فوج کو لے کے ایرانیوں کو اس طرح روکا کہ وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے۔ جب لوگ دریا کے پار گئے اور فوج کی گنتی کی تو معلوم ہوا کہ

Marfat.com

نو ہزار میں سے صرف تین ہزار سپاہی موجود ہیں چار ہزار تو میدان جنگ میں شہید ہو گئے اور دو ہزار بھاگ نکلے۔ جو لوگ اس لڑائی سے بھاگے تھے وہ مدتوں منہ چھپائے پھرے کچھ عرصہ کے بعد دریائے فرات کے کنارے پھر لڑائی ہوئی اب کے ایرانیوں کا سپہ سالار مہران تھا اور اسلامی فوج کی کمان مثنیٰ بن حارثؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مثنیٰؓ نے دریا سے پار اتر کے لڑنے کے بجائے ایرانیوں کو دریا پار اترنے دیا۔ اگر چہ یہ لڑائی بھی بڑے زور کی تھی اور ایرانی بہت بڑی فوج لے کے آئے تھے لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ مہران میدان میں کام آیا اور ان گنت ایرانی سپاہی مارے گئے۔

جب یہ خبریں ایران کے پایہ تخت مدائن میں پہنچیں تو امیروں اور وزیروں نے پوران دخت کی جگہ ایک نوجوان ایرانی شہزادے یزدگرد کو تخت پر بٹھایا۔ اس کے تخت پر بیٹھتے ہی ایرانیوں کے حوصلے پھر جوان ہو گئے ہر کارے یہ خبر لے کے ہر طرف پھیل گئے اور قومی جوش اور غیرت نے ملک بھر میں آگ لگا دی۔ ایرانیوں نے بڑے زور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے مثنیٰ کو لکھا کہ ہٹ کے عرب کی سرحد کی طرف چلے آؤ ساتھ ہی خود بھی فوج جمع کرنی شروع کر دی چونکہ حج کا زمانہ تھا۔ اس لیے بہت سی فوج آسانی سے جمع ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ اس فوج کو خود لے کے چلیں لیکن صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا آپ کا مدینہ میں رہنا ضروری ہے۔ آخر حضرت سعد بن وقاصؓ کو جو بڑے پایہ کے صحابیؓ تھے اس فوج کا سردار مقرر کیا گیا لیکن جب سعدؓ عراق پہنچے تو مثنیٰ بن حارثؓ وفات پا چکے تھے پُل کی لڑائی میں انہوں نے جو زخم کھائے تھے وہ بگڑ گئے اور آخر انہیں زخموں کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت سعدؓ کے ساتھ تیس ہزار سپاہی تھے۔ ان کے مقابلہ پر رستم بہت بڑی فوج لے کے آیا۔ ایران کا قومی جھنڈا درفش کاویانی اس کے سر پر لہرا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے سردار تھے جن میں بہمن بھی تھا' جو پل کی لڑائی میں ایرانی فوج کا اعلیٰ افسر تھا۔ قادسیہ کے میدان میں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ رستم اگر چہ بڑا لاؤ

لشکر ساتھ لے کے آیا تھا پھر بھی مسلمانوں کا رعب کچھ ایسا چھایا ہوا تھا کہ اسے لڑائی شروع کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ اس لیے صلح کی بات چیت شروع کی۔ کئی دن دونوں طرف کے آدمی آتے جاتے رہے جب صلح کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو لڑائی کا ڈول ڈالا۔ سعد بن وقاص بیمار تھے اور چل پھر نہیں سکتے تھے' اس لیے وہ قادسیہ کے ایک پرانے قلعہ میں جو مسلمانوں کے لشکر کی پشت پر تھا بیٹھے رہے جو حکم دینا ہوتا تھا' وہ پرچے پر لکھ کر اس کی گولی سی بنا کر پھینک دیتے تھے۔ مسلمانوں کے سردار اسی کے حکم کے مطابق فوج کو لڑاتے تھے۔

اس زمانے کی لڑائیوں کا قاعدہ تھا کہ پہلے دونوں طرف سے ایک ایک سپاہی میدان میں اترتا۔ دیر تک اس قسم کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہتا پھر دونوں لشکر بڑھتے اور جنگ شروع ہو جاتی۔ قادسیہ کے میدان میں بھی یوں ہی لڑائی ہوئی پہلے ایک ایرانی سردار جسے اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا میدان میں آ کے پکارا کہ جسے بہادری کا دعویٰ ہو میرے مقابلہ پر آئے۔ ادھر سے عمر بن معدیؓ کرب جو قبیلہ زبید کے سردار اور بڑے نامی شہسوار تھے' آگے بڑھے اس نے تیر مارا' انہوں نے خالی دیا' پھر گھوڑا اڑا کے بڑھے اور اس کی رکاب سے رکاب ملا کے اسے گھوڑے سے اٹھالیا اور زمین پر پٹک کے تلوار سے گردن اُڑا دی۔ دیر تک یوں ہی دونوں طرف کے بہادروں میں زور آزمائی ہوتی رہی پھر ایرانیوں نے فوج بڑھائی اور بڑے زور سے داہنے بائیں آ گرے۔ ہاتھی ایرانی فوج کے آگے آگے تھے' انہیں دیکھ کر مسلمانوں کے گھوڑے بدکنے لگے۔ سعد بن وقاصؓ نے قبیلہ اسد کے سردار طلیحہ بن خویلد کو کہلا بھیجا کہ اس کالی آندھی کو روکو انہوں نے اپنے قبیلہ کے نیزہ بازوں کو لے کے اس زور کا حملہ کیا کہ یہ سیلاب رک گیا۔ پھر قبیلہ بنی تمیم کے بہادر گھوڑوں سے کودے اور گھٹنے ٹیک کر تیروں کا مینہ برسا دیا اتنے میں رات کا اندھیرا اترنے لگا اور دونوں فوجیں ہٹ کے اپنی اپنی جگہ پر آ گئیں۔

دوسرے دن ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی اتنے میں ایک طرف سے گرد اٹھی'

جس میں نیزوں کی انیاں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ لوگ سمجھے کہ ایرانیوں کی کمک آ پہنچی۔ بعض کو خیال ہوا مدینہ سے فوج آئی ہے لوگ انہیں خیالوں میں تھے' اتنے میں ہرکارے دوڑتے آئے کہ شام کی اسلامی فوج کے سردار حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے ہاشم بن عتبہ اور قعقاع بن عمرو کی سرداری میں چھ ہزار سپاہی بھیجے ہیں۔ قعقاع بن عمروؓ ابھی پہنچے ہی تھے کہ بہمن سے جو پُل کی لڑائی میں ایرانی فوج کا سردار تھا مقابلہ پڑ گیا قعقاعؓ کو جب اس کا نام معلوم ہوا تو تلوار سونت کے جا پڑے اور اس طرح تلواریں ماریں کہ دم لینا مشکل کر دیا۔ اس نے بہتیرا روکا۔ سپہ گری کے جتنے داؤ پیچ یاد تھے' سب خرچ کر دیئے لیکن ایک ہاتھ ایسا پڑا کہ دو ٹکڑے ہو کے زمین پر گرا۔ ادھر اسلامی فوج نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور پھر ایرانیوں کے کلیجے دھک سے رہ گئے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی لیکن بڑی مشکل تو یہ تھی کہ ہاتھیوں کو دیکھ کر گھوڑے بے قابو ہو جاتے تھے۔ قعقاع بن عمروؓ نے اس کا بھی توڑ تلاش کیا یعنی اونٹوں پر جھولیں اور برقعے ڈال کے ان کی شکل ایسی خوفناک بنا دی کہ گھوڑے تو گھوڑے ہاتھی بھی انہیں دیکھ کر بدکنے لگے۔

قادسیہ کی لڑائی تین دن میں ختم ہوگئی۔ تیسرے دن آخری معرکہ تھا۔ قعقاعؓ نے رات کے وقت بہت سے سوار جنگل میں چھپا رکھے تھے۔ جب صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی تو سو سواروں کا دستہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا داہنے بائیں آ گرا۔ سب نے جانا کہ شام سے تازہ کمک پہنچ گئی۔ قدرت اللہ کی اسی روز شام سے سچ مچ سات سو سواروں کا ایک دستہ آ پہنچا جو آتے ہی لڑائی میں شامل ہو گیا۔ ایرانیوں نے اس روز فوج کے داہنے بائیں ہاتھیوں کی صفیں جمائی تھیں۔ عمرو معدی کربؓ، قعقاعؓ اور ایک بہادر عاصمؓ نے دو ہاتھیوں کے جو ڈیل ڈول میں دوسرے تمام ہاتھیوں سے بڑے تھے تاکا۔ ان میں ایک ہاتھی سپید تھا دوسرا سیاہ۔ عاصمؓ نے سپید ہاتھی کی آنکھوں میں اس طرح تاک کے نیزے مارے کہ اس کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ قعقاعؓ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس

Marfat.com

کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ سیاہ ہاتھی بھی زخمی ہو کے بھاگے اب ان بہادروں نے اپنے قبیلہ کے نامی بہادروں کو لے کے دوسرے ہاتھیوں کی طرف رُخ کیا اور نیزوں اور تلواروں سے انہیں بھی بھگا دیا۔ ہاتھی بھاگتا ہے تو اسے اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی۔ سب کو چکی کی طرح دل ڈالتا ہے۔ ان ہاتھیوں نے ایرانی فوج میں بڑی آفت مچائی۔ اگرچہ شام ہو چکی تھی اور قاعدہ کے مطابق دونوں فوجوں کو ہٹ جانا چاہیے تھا لیکن مسلمانوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آج لڑائی کا فیصلہ کر کے رہیں گے اس لیے ساری رات تلوار چلتی رہی۔ پہلے پہر جب مسلمان سرداروں نے دیکھا کہ جب تک رستم زندہ ہے اور اس کے سر پر ایران کا قومی جھنڈا درفش کاویانی لہرا رہا ہے' ایرانی قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ قعقاع بن عمروؓ معدی کربؓ، اشعثؓ، عاصمؓ، طلیحہ بن خویلدؓ گھوڑوں سے کود پڑے تیر و کمان اور نیزے پھینک کے تلواریں گھسیٹ لیں اور اس جگہ کی طرف بڑھے جہاں رستم سنہری چتر کے سایہ میں بیٹھا فوج کو لڑا رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ساری فوج تھی' رستم نے جب دیکھا کہ سیلاب کا رخ میری طرف ہے تو تخت سے کود پڑا اور تلوار کھینچ کے لڑنا شروع کر دیا جب زخموں سے نڈھال ہو گیا تو جان بچا کے بھاگا۔ راستے میں ایک نہر تھی اس میں کود پڑا اور چاہا کہ تیر کے نکل جائے لیکن ایک سپاہی نے جن کا بلالؓ تھا' پیچھا کیا اور تلوار کے ایک وار میں اس کا کام تمام کر ڈالا۔

رستم کے مرتے ہی ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے پیچھا کر کے ہزاروں کو تلواروں کے گھاٹ اتار دیا۔ اس فتح نے ایرانیوں کا زور توڑ دیا۔ خاص طور پر عراق سے تو ان کی سلطنت بالکل ختم ہو گئی۔

ایران کے پایہ تخت مدائن کی فتح اس جنگ کا سب سے بڑا معرکہ تھا۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھا۔ ایرانیوں نے دجلہ کے پل توڑ ڈالے تھے اور کشتیوں کو آگ لگا دی تھی۔ سعد بن وقاصؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو جوش میں آ کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا سپہ سالار کی جرأت دیکھ کے سب نے باگیں اٹھائیں اور دریا کے سینے کو چیرتے

اس طرح رکاب سے رکاب ملائے بڑھے کہ قطاریں ٹوٹنے نہ پائیں۔ ایرانیوں نے یہ دیکھا تو سمجھے کہ یہ انسان نہیں جن بھوت ہیں ان سے لڑنا بیکار ہے۔ یہ سوچ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تیراندازوں کا ایک دستہ گھاٹوں کو روکے ہوئے تھا اس نے تھوڑی بہت جرأت دکھائی لیکن آخر یہ بھی بھاگ نکلے۔ غرض جب سعد بن وقاصؓ مدائن پہنچے تو یزدگرد شہر چھوڑ کے جا چکا تھا۔ اس کا محل سونا پڑا تھا۔ یہاں بہت سی قیمتی چیزیں ہاتھ آئیں۔ ان میں ایک فرش تھا جو دنیا کے عجائبات میں سے سمجھا جاتا تھا۔ یہ فرش کیا تھا ایک باغ تھا جس میں سونے' چاندی ہیرے' پنے' لعل اور زمرد سے بہار کا سماں دکھایا گیا تھا۔ دوسری چیزوں کے ساتھ یہ بھی مدینہ پہنچا جہاں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا۔ مدائن کے بعد عراق کے ایک شہر جلولا میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس شہر کے مسلمانوں کے قبضہ میں آ جانے کے بعد عراق تو سارا فتح ہو گیا لیکن ابھی ایران کا اصل ملک باقی تھا چونکہ حضرت عمرؓ کی طرف سے ایران پر حملہ کرنے کا حکم نہیں آیا تھا۔ اس لیے مسلمان سرحد پر پہنچ کر رک گئے لیکن ایرانیوں سے نچلا بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ یزدگرد کو کچھ دن اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا تو پھر فوجیں جمع کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دجلہ اور فرات کے درمیان کا علاقہ جو ایشیائے کوچک اور آرمینیا کے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور جسے اس زمانہ میں جزیرہ کہتے تھے' مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

ایرانی سرداروں میں ہرمزان ایک مشہور سردار تھا جس نے مسلمانوں کو بہت دکھ دیئے تھے وہ بار بار مسلمانوں سے صلح کرتا اور بار بار اپنے قول و قرار سے پھر جاتا۔ آخری بار شوستر کے شہر میں ہرمزان سے مقابلہ پڑا جب مسلمان شہر کے اندر جا گھسے تو ہرمزان قلعہ کے برج پر چڑھ گیا اور پکار کر کہنے لگا۔ خبردار' مجھے پکڑنے کا ارادہ نہ کرنا میرے ترکش میں ابھی ایک سو تیر باقی ہیں جو آگے بڑھا اس کی خیر نہیں' ہاں میں ایک شرط پر اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرنے پر تیار ہوں کہ مجھے مدینہ بھیج دیا جائے۔ اسلامی فوج کے سردار نے یہ شرط منظور کر لی اور اسے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ بھیج دیا گیا۔ ایک صحابیؓ

Marfat.com

کچھ فارسی جانتے تھے' ان کے ذریعہ باتیں شروع ہوئیں چونکہ ہرمزان نے بار بار وعدہ خلافی کی تھی اس لیے سب کا خیال یہی تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اتنے میں ہرمزان نے پینے کے لیے پانی مانگا جب پانی لایا گیا تو وہ پیالہ ہاتھ میں لے کر کہنے لگا مجھ سے وعدہ کیجئے کہ جب تک میں پانی پی نہ لوں مجھے قتل نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ شرط منظور کر لی۔ ہرمزان نے پانی پھینک دیا اور کہنے لگا اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے سب لوگ ہرمزان کی اس حیلہ بازی پر بہت حیران ہوئے۔ اتنے میں اس نے کلمہ پڑھا اور کہنے لگا میں نے یہ حیلہ بھی اس لیے کیا تھا تاکہ یہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہرمزان جان کے خوف سے مسلمان ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد ہرمزان مدینہ ہی میں آباد ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ اکثر باتوں میں اس سے مشورہ کیا کرتے تھے خاص طور پر ایران کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا ہوتا تھا تو اسے ضرور بلوا لیا جاتا تھا۔

ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان سب سے بڑا معرکہ نہاوند میں ہوا۔ ایرانی فوج میں ڈیڑھ لاکھ سپاہی تھے۔ ادھر سے نعمان بن مقرنؓ تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان کے مقابلہ پر بڑھے لیکن وہ نہاوند سے چھ سات میل ادھر پہنچ کر رک گئے اور قعقاعؒ کو تھوڑی سی فوج دے کر ایرانیوں سے لڑنے بھیجا انہوں نے بڑی خوبصورتی سے لڑائی شروع کی اور جب ساری ایرانی فوج نے ہلہ بول دیا تو قعقاعؒ پیچھے ہٹتے ہٹتے اس جگہ پہنچے جہاں نعمان بن مقرنؓ فوج لیے پڑے تھے تو مسلمان اس طرح داہنے بائیں آ کے گرے کہ دشمن کے لشکر میں کھلبلی پڑ گئی گھمسان کی لڑائی میں نعمانؓ زخم کھا کر گرے تو ان کے بھائی نے علم سنبھالا اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے لگے' رات ہوتے ہوتے ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ نعمان بن مقرنؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو ان کا آخری وقت تھا۔ انہوں نے فتح کی خوشخبری سن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور دم توڑ دیا۔

نہاوند کے معرکے کے بعد ایران کا باقی علاقہ آسانی سے ہاتھ آ گیا پہلے اصفہان فتح ہوا پھر ہمدان' آذربائیجان' طبرستان' آرمینیا' کرمان اور سیستان قبضہ میں

Marfat.com

آئے اور اسلامی فوجیں مکران فتح کر کے سندھ تک پہنچ گئیں۔ یزدگرد ترکستان پہنچا اور وہاں کے بادشاہ کو ساتھ لے کے چڑھ آیا لیکن ترک مسلمانوں کے ایک حملہ کی تاب بھی نہ لا سکے۔ یزدگرد مدتوں مارا مارا پھرا اور آخر بے وطنی کی حالت میں موت نے اسے مصیبتوں سے نجات دلائی۔

مسلمانوں نے جب ایران پر حملہ کیا' اس وقت ایرانیوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی پھر بھی جب انہوں نے دیکھا کہ عرب بڑھے چلے آتے ہیں تو یک دل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کو جن قوموں سے لڑنا پڑا' ان میں ایرانی سب سے بہادر تھے اور ان میں بڑا قومی جوش تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس لڑائی کے ساز و سامان ہاتھی گھوڑوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ خاص طور پر ہاتھی جن کی مستکوں پر فولادی ڈھالیں اور سونڈوں میں لوہے کی زنجیریں ہوتی ہیں' جس طرف بڑھتے چکی کی طرح سب کو دَل ڈالتے تھے۔ ان ہاتھیوں پر لوہے کی عماریاں کسی جاتی تھیں' اُن میں تیرانداز بٹھائے جاتے تھے۔ یہ عماریاں کیا تھیں چلتے پھرتے مورچے تھے۔ ادھر ہاتھی فوجوں کو روندتے پھرتے اُدھر عماریوں سے تیروں کا مینہ برس جاتا تھا اور صرف ہاتھیوں اور عماریوں میں بیٹھ کے لڑنے والے تیراندازوں کا کیا ذکر ہے۔ معمولی ایرانی سپاہیوں کا یہ حال تھا کہ سر پر فولادی خود ہے' جسم پر چار آئینہ کہنیوں تک دستانے چڑھے ہیں' پشت پر گینڈے کی ڈھال' اس کے ساتھ تیروں کا مٹھا' ایک پہلو میں تلوار دوسرے میں گرز' ہاتھ میں لمبا برچھا۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے پاس ہتھیاروں میں صرف تیر تلوار اور نیزے ہوتے تھے بعض لوگ زرہ کی جگہ چمڑے کا ایک کرتہ سا پہن لیتے تھے کہ تیروں اور نیزوں سے کچھ بچاؤ ہو جائے۔ اکثر لوگوں کی تلواریں زنگ خوردہ تھیں جنہیں سان پر لگا کے تیز کر لیا گیا تھا لیکن اللہ نے ان دیندار لوگوں کے بازوؤں میں کچھ ایسی طاقت بھر دی تھی کہ انہیں زنگ خوردہ تلواروں نے فولادی ڈھالوں کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ مسلمانوں کے تیر بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے' اس لیے جب ایرانیوں نے انہیں دیکھا

Marfat.com

تو سمجھا کہ تیر نہیں نکلے ہیں۔ اصل میں مسلمانوں نے ساز و سامان یا تعداد کی وجہ سے نہیں بلکہ ایمان کی برکت سے ایرانیوں پر فتح پائی تھی۔ موت کا ڈر ان کے جی سے نکل گیا تھا۔ جب لڑائی کو دو ٹوک کرنا ہوتا تھا تو وہ گھوڑوں پر سے کود پڑتے تھے۔ نیاموں کو توڑ کے پھینک دیتے تھے اور تلواریں سونت اور داڑھیاں دانتوں میں دبا شہادت کے شوق میں اس طرح دشمن پر جا پڑتے تھے کہ صفوں کو اُلٹ کے رکھ دیتے تھے۔ مشہور سپہ سالار مثنیٰ بن حارثؓ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے ایرانیوں سے بار ہا لڑ چکے تھے' اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک زمانے میں ایک ایرانی کے سامنے دس عرب نہیں ٹھہر سکتے تھے لیکن اسلام کی برکت سے آج ایک عرب دس ایرانیوں پر بھاری ہے۔

Marfat.com

شام اور مصر کے معرکے

اس زمانے کی سلطنتوں میں روم کی سلطنت بہت طاقتور تھی۔ یہ سلطنت تین براعظموں یعنی افریقہ، ایشیا اور یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایشیا میں شام اور فلسطین اور ایشیائے کوچک کے علاقے اس کے قبضے میں تھے۔ افریقہ میں مصر کے علاوہ شمالی افریقہ کے ایک بہت بڑے علاقے پر اس کی حکومت تھی۔ اس کے علاوہ یورپ میں بھی اس کی حکومت بہت وسیع تھی۔ رومی عیسائیوں سے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں لڑائی شروع ہوگئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں لڑائی نے زور پکڑا اور مسلمانوں نے اس ملک کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ روم کے عیسائیوں سے مسلمانوں کے جو معرکے ہوئے ان میں یرموک کی لڑائی سب سے بڑی تھی۔ یہ لڑائی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کے آخری زمانے میں شروع ہوئی اور اُن کی وفات کے بعد یعنی حضرت عمرؓ کی خلافت میں ختم ہوگئی۔ یرموک میں رومی دو لاکھ سے زیادہ سپاہی لے کے آئے تھے۔ مسلمان گنتی میں ان کا پانچواں حصہ بھی نہیں تھے پھر بھی لڑائی میں مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری رہا اور رومیوں کا زور ایسا ٹوٹا کہ پھر انہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں اتنی فوج جمع کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں شام کی اسلامی فوج کے سردار

Marfat.com

حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد خالدؓ کی جگہ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ خالد بن ولیدؓ اگرچہ اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار تھے۔ فوج کو لڑانے کا ڈھنگ انہیں خوب آتا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ بہادری کے جوش میں مسلمانوں کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈال دیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ رسول اللہ ﷺ کے خاص صحابیؓ اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ وہ طبیعت کے نرم اور بڑے محتاط شخص تھے۔ ہمیشہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے اور اس بات کا بڑا خیال رکھتے تھے کہ مسلمانوں کی جانیں ضائع نہ ہونے پائیں۔ لیکن اس تبدیلی سے جنگ کی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ حضرت ابو عبیدہؓ ہمیشہ خالد بن ولیدؓ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ لشکر کو کہاں اُتارا جائے' حملہ کیوں کر شروع کیا جائے۔ دشمن کی فوج کے کس حصہ پر زیادہ دباؤ ڈالا جائے کہ آسانی سے لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ سب باتیں خالد بن ولیدؓ کی رائے سے طے ہوتی تھیں۔

یرموک کے میدان میں ایرانیوں (رومیوں) کو شکست دینے کے بعد مسلمان دمشق کے پرانے شہر پر بڑھے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک رات خالد بن ولیدؓ کو خبر ملی کہ عیسائیوں کے سردار کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور شہر بھر کے لوگ اس کے محل میں جمع ہیں۔ شہر کے گرد عیسائیوں نے خندق کھود رکھی تھی اور اسے پانی سے بھروا دیا تھا۔ خالد بن ولیدؓ تیر کے خندق سے پار اترے اور کمند ڈال کے فصیل پر جا چڑھے۔ جو لوگ ساتھ تھے' انہوں نے بھی پیروی کی۔ فصیل سے اُتر کر شہر کا پھاٹک کھول دینا بڑا آسان کام تھا۔ پھاٹک کھلتے ہی ساری اسلامی فوج جو موقع کی منتظر کھڑی تھی' شہر کے اندر جا پہنچی۔ عیسائی افسر شرابیں پی پی کے مست پڑے تھے' لڑائی کی ہمت کس میں تھی۔ تھوڑی دیر میں ''امان امان'' کی آوازیں آنے لگیں اور دمشق پر آسانی سے مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ دمشق کے بعد شام کے چھوٹے بڑے شہر ایک ایک کر کے قبضہ میں آ گئے۔ بعض شہروں پر زور کے معرکے بھی پڑے۔ ان معرکوں میں سب سے بڑا معرکہ اجنادین کا تھا۔ یہاں عیسائیوں کی فوجوں کا

Marfat.com

جماؤ تھا۔ پھر ان کا سردار ارطبون بھی سپاہیانہ گھاتوں اور جنگی چالوں میں بڑی مہارت رکھتا تھا' لیکن اس کے داؤ پیچ دھرے رہ گئے اور عیسائیوں نے سخت شکست کھائی۔ ان شہروں کی فتح کے بعد مسلمانوں نے بڑھ کے بیت المقدس کو گھیر لیا۔ اس شہر میں پرانے نبیوں کی بہت سی یادگاریں ہیں۔ اس لیے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔ عیسائی بیت المقدس کو مسلمانوں کے حوالے کرنے پر تو آمادہ ہو گئے لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ حضرت عمرؓ خود آ کے ہمیں عہد نامہ لکھ دیں۔

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ چھوڑ کے بیت المقدس روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ نہ فوج تھی نہ لشکر۔ صرف چند بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زندگی کا ایک حصہ گزارا تھا' ہمراہ تھے۔ جس طرف سے یہ چھوٹا سا قافلہ گزرتا تھا' خلقت اُمڈی آتی تھی۔ شام کے عیسائی جنہوں نے اپنے بادشاہ اور اس کے سرداروں کی سواری کا ٹھاٹھ دیکھا تھا' اس قافلہ کو دیکھتے تھے تو تعجب کرتے تھے کہ یہ کیسا سردار ہے؟ جس کے ساتھ نہ نوبت نقارے ہیں' نہ خیمے ڈیرے۔ کہاں وہ رومی شہزادوں کی سواری کی دھوم دھام کہ داہنے بائیں سواروں کے پرے جمے ہیں' جن کی زرہوں ننگی تلواروں اور سنہری لباس سے آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہوتی ہے' آگے آگے نقیب جو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے چلے ہیں' پیچھے پیچھے خچروں اور اونٹوں پر خیموں کے اثاثے' فرش فروش' کھانے پینے کا سامان جہاں شاہی سواری رُکتی ہے اطلس اور بادے کے تنبوتان کے شہر بسا لیا جاتا ہے اور کہاں یہ حال کہ چند بزرگ موٹے کپڑے کے لمبے کرتے پہنے' ان پر چمڑے کی پٹیاں باندھے اونٹوں پر سوار ہیں۔ کسی کے سر پر رومال ہے کسی نے درویشوں کی سی ایک ٹوپی پہن رکھی ہے۔ لیکن ان کے لباس میں کوئی ایسا فرق نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ اُن میں سردار کون ہے۔ جہاں اُترے خیمے گاڑ دیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا تو پہلے وضو کر کے اذان دی' نماز پڑھی۔ اس کام سے فارغ ہوئے تو خورجیوں سے کھانے پینے کی چیزیں نکالیں اور دسترخوان بچھایا۔ دسترخوان پر کچھ ستو ہیں' کچھ پنیر' کچھ کھجوریں' کچھ

Marfat.com

گوشت کھانے سے فارغ ہوئے تو باتیں ہونے لگیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد کے تذکرے ہیں۔ یا زمانے کی موجودہ ضرورتوں پر بحث ہو رہی ہیں۔ اللہ اللہ کیا سیدھے سادے بزرگ ہیں' کیا پاکیزہ صورتیں ہیں' کیا نورانی داڑھیاں ہیں' لیکن ان کے چہروں پر کچھ ایسا جلال ہے کہ نظر نہیں ٹھہرتی اور لوگوں کی گردنیں آپ ہی آپ جھکی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس کے قریب پہنچے تو چند سرداران کی پیشوائی کو آئے۔ انہوں نے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ دیکھ کے بہت غصہ آیا' کنکر اٹھا کے اُن کی طرف پھینکے اور کہنے لگے تم نے پرائے ملک میں آ کے اس قدر جلد یہاں کے لوگوں کی عادتیں اختیار کر لیں۔ انہوں نے جواب دیا' اس لباس کے نیچے ہم نے زرہیں پہن رکھی ہیں۔ یہ سُن کے حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں کئی دن رہے' عیسائیوں سے ملاقاتیں کیں' ان کا گرجا دیکھا' عہد نامہ پر دستخط کیے' مسلمانوں کی شکایتیں سنیں' انہیں نصیحتیں کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مؤذن حضرت بلالؓ اس موقع پر موجود تھے' انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کبھی اذان نہیں دی تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ کے اصرار سے مجبور ہو کے انہوں نے اذان دینی شروع کی' تو رسول اللہ ﷺ کا مبارک زمانہ سب کی نظروں میں پھر گیا۔ دل بھر آئے اور آنسو بہ نکلے' حضرت عمرؓ نے خاص بیت المقدس میں جہاں نماز پڑھی تھی۔ وہاں آگے چل کے مسلمانوں نے مسجد بنا دی۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے اور مسجد عمرؓ کہلاتی ہے۔

اس واقعہ سے دوسرے سال شام میں بڑے زور کی وبا پھوٹ پڑی۔ حضرت عمرؓ نے سُنا تو بے چین ہو کے شام کا سفر اختیار کیا۔ لیکن وبا کا زور بڑھ رہا تھا' اس لیے اس کی روک تھام کے متعلق ہدایتیں دے کے واپس چلے آئے۔ وبا کا زور کم ہوا تو پھر شام کا سفر کیا۔ اس سفر میں وہ اکیلے تھے' صرف ایک غلام ساتھ تھا' سواری کے لیے بھی ایک ہی اونٹ تھا جس پر حضرت عمرؓ اور ان کا غلام باری باری سوار ہوتے تھے۔ سفر کی آخری منزل

Marfat.com

پر پہنچے تو اتفاق سے غلام کی باری تھی۔ وہ اونٹ پر سوار تھا اور حضرت عمرؓ مہار تھامے ہوئے آگے آگے تھے' جو لوگ پیشوائی کے لیے آئے تھے وہ حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھ کے حیران رہ گئے۔

وبا سے مسلمانوں پر بڑی تباہی آئی تھی' یعنی کوئی پندرہ ہزار مسلمان جن میں حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ جیسے اونچے رُتبے کے صحابی شامل تھے' اپنے مولا سے جا ملے تھے' حضرت عمرؓ نے ان کی جائیداد کا پتا لگایا اور ان کے وارثوں کو بُلا کے انہیں جائیداد دلوا دی۔ پھر لوگوں میں تنخواہیں اور وظیفے تقسیم کیے اس کام کے لیے انہیں شام کے مختلف حصوں میں جانا پڑا۔

اس زمانے میں مصر کا ملک بھی رومی بادشاہت کے ماتحت تھا۔ عمرو بن عاصؓ جو قریش کے نامور لوگوں میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی اس ملک میں تھے اور یہاں کے حالات سے واقف تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے مصر پر چڑھائی کرنے کی اجازت مانگی۔ پہلے تو انہوں نے انکار کر دیا' لیکن جب عمرو بن عاصؓ نے اصرار کیا' تو آمادہ ہو گئے۔ لیکن چلتے وقت یہ بھی کہہ دیا کہ مصر پہنچنے سے پہلے میرا خط پہنچ جائے' تو الٹے پاؤں پھر آنا۔ عمرو بن عاصؓ مصر میں پہنچ چکے تو حضرت عمرؓ کا خط ملا' لیکن وہ مصر کی حد میں آ چکے تھے' اس لیے آگے بڑھتے چلے گئے۔

عمرو بن عاصؓ کے ساتھ صرف چار ہزار سپاہی تھے۔ مصر کے حاکم نے جس کا نام مقوقش تھا' ان کے مقابلہ کے لیے بہت بڑی فوج جمع کر رکھی تھی' کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ آخر مقوقش نے ایک مضبوط قلعہ میں بیٹھ کے لڑائی کا بندوبست کیا۔ یہ قلعہ دریائے نیل کے کنارے تھا۔ دریائی راستہ سے قلعہ والوں کو برابر رسد اور کمک کا سامان پہنچتا تھا۔ عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ انہوں نے مشہور صحابی حضرت زبیر بن العوامؓ کی سرداری میں دس ہزار سپاہی بھیجے۔ یہ فوج سات مہینے قلعہ کو گھیرے پڑی رہی۔ لیکن قلعہ فتح ہونے میں نہیں آتا تھا۔ آخر ایک دن حضرت زبیر بن

Marfat.com

العوامؓ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے سیڑھی لگا کے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ بعض اور صحابہؓ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ان کے نعروں کی آواز سن کے رومی فوج بہت گھبرائی۔ ساتھ ہی ساری اسلامی فوج نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ قلعہ کی دیواریں لرز اٹھیں تو عیسائی مقابلہ کیلئے ہتھیار سنبھال رہے تھے یا بھاگنے کے لیے راستہ تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اُتر کے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا اور ساری فوج اندر گھس آئی پس پھر کیا تھا ساری عیسائی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے اور لڑے بھڑے بغیر قلعہ ہاتھ آ گیا۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں نے اسکندریہ کے پُرانے شہر پر جو سمندر کے کنارے آباد ہے چڑھائی کی۔ یہ شہر بڑے سخت معرکوں کے بعد ہاتھ آیا۔ اُس فتح نے عیسائیوں کا زور بالکل توڑ دیا اور مصر کے سارے شہر بڑی آسانی سے ایک ایک کر کے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

حضرت عمرؓ ساڑھے دس برس خلیفہ رہے اور یہ ساری لڑائیاں جن کا حال ہم نے بیان کیا ہے انہیں ساڑھے دس برس میں لڑی گئیں۔ ایران کی تو پوری سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ لیکن رومیوں کا سلطنت کا صرف ایک ہی حصہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ایشیا کے ایک چھوٹے سے علاقے کے علاوہ یورپ میں بھی ان کی حکومت مدت تک قائم رہی۔ ایرانی آتش پرست تھے رومی عیسائی تھے لیکن لشکر کے سازوسامان اور جنگی مہارت میں دونوں برابر سمجھے جاتے تھے۔ ایک بات ضرور تھی کہ رومیوں کی فوج میں ہاتھی نہیں تھے۔ ایرانیوں میں قومی جوش بھی رومیوں سے زیادہ تھا اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں کو ایران اور عراق کی طرح مصر اور شام میں بھی جن فوجوں سے مقابلہ کرنا پڑا وہ اُن سے گنتی میں بھی زیادہ تھیں۔ لڑائی کے سازوسامان میں بھی مسلمانوں کا اُن سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ عیسائی سپاہیوں کا تو یہ حال تھا کہ میدان میں نکلتے تھے تو سارا جسم لوہے میں ڈوبا ہوتا تھا۔ اِدھر مسلمانوں کی یہ کیفیت کہ چھوٹے چھوٹے تیر زنگ خوردہ تلواریں ٹوٹے پھوٹے نیام بعض سپاہیوں کو نیام بھی میسر نہیں تھے۔ تلواروں

Marfat.com

پر چیتھڑے لپیٹ لیتے تھے۔ گھوڑوں پر زین نہ لگام' لکڑی کی رکابیں۔ لیکن ایران' عراق' مصر اور شام میں جہاں جہاں ان تلواروں کی بجلیاں چمکیں' سلطنت کے ٹھاٹھ باٹھ کو جلا کے راکھ کر ڈالا۔ رومی اور ایرانی ہی نہیں' کرد اور تُرک بھی بڑے بڑے دعوؤں سے تلواریں باندھ کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے اور ایک ہی معرکہ میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ غرض ان لڑائیوں میں اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آتا ہے اور یہی کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اللہ کی مدد اور ایمان کی برکت سے دشمنوں پر فتح پائی۔

دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہو گزرے ہیں لیکن مسلمانوں کی فتح مندی کا رنگ سب سے نرالا ہے۔ انہوں نے ان فتح مند بادشاہوں کی طرح کہیں نہتوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہیں کیا' مسلمانوں کو حکم تھا کہ جو تلوار لے کے تم سے لڑنے آئے' اس سے لڑو' جہاں جاؤ نہ سبز درخت کاٹو نہ کھیتیاں برباد کرو۔ وہ جہاں گئے ان کے سلوک نے پرایوں کو اپنا بنا لیا۔ یرموک کی لڑائی کے موقع پر جب مسلمانوں کو شام کے علاقے سے نکلنا پڑا تو عیسائی رو رو کے کہتے تھے کہ اللہ تمہیں پھر لائے۔

شام' مصر اور عراق وغیرہ میں اسلام جس تیزی سے پھیلا اس کا حال ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ لیکن اسلام پھیلنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مسلمان عیسائیوں یا آتش پرستوں کو اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ تمام غیر مسلموں کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے مذہب کے طریقوں کے مطابق پوجا کرتے تھے اور کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا کوئی مسلمان کسی غیر مسلم پر زیادتی کر گزرتا تھا' تو اُسے سزا دی جاتی تھی۔ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا اور انہوں نے اُسے ہرقل کے بدلہ میں لے لیا۔ اصل میں مسلمان خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے تھے کہ لوگوں کے دل ان کی طرف خود بخود کھنچتے تھے اور لوگ ان کی نیکی' دیانتداری اور سچائی کو دیکھ کے فوراً اسلام قبول کرنے پر

Marfat.com

آمادہ ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور بے سروسامانی کے باوجود لڑائیوں میں جو کامیابیاں ہوئی تھیں انہوں نے بھی لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھادی تھی کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور بہت سے لوگ تو ان کی غیر معمولی کامیابی ہی دیکھ کے مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ اگرچہ ان لڑائیوں میں خود شریک نہیں ہوئے لیکن لڑائیوں کا سارا انتظام اُن کے اپنے ہاتھ میں رہتا تھا۔ قادسیہ کی جنگ میں یوں تو سعد بن وقاصؓ اسلامی لشکر کے سردار تھے لیکن اصل میں حضرت عمرؓ مدینہ میں بیٹھے فوج کو لڑا رہے تھے۔ انہوں نے سانڈنی سواروں اور گھوڑ چڑھوں کی ڈاک بٹھا رکھی تھی۔ جن کے ذریعہ انہیں پل پل کی خبریں پہنچتی تھیں اور انہیں کے ذریعہ ہدایتیں بھیجی جاتی تھیں۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں حضرت عمرؓ صحابہؓ کے مشوروں سے ملک کا انتظام کرتے تھے' یہ مجلسیں جن میں بڑے بڑے اہم فیصلے ہوتے تھے' مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھیں اور ان میں بڑے بڑے صحابیؓ جو ملکی معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے' شریک ہوتے تھے۔ کبھی کبھی فوجی افسروں کو بھی شریک کرلیا جاتا تھا۔ ضرورت پڑتی تھی تو ہرمزان کو جو ایک ایرانی سردار تھا' اور مسلمان ہونے کے بعد مدینہ ہی میں بس گیا تھا مشورہ کے لیے بُلایا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اسلامی حکومت کو آٹھ صوبوں میں بانٹ دیا تھا۔ اہواز اور بحرین کو ملا کے ایک صوبہ بنایا گیا تھا۔ اسی طرح سیستان' مکران اور کرمان کو بھی ایک صوبہ بنادیا گیا۔ البتہ خراسان اور طبرستان الگ الگ صوبے رہے۔ جنوبی ایران بھی علیحدہ صوبہ بنا۔ مصر' شام اور عراق کے دو دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ ان صوبوں کے حاکم علاقہ کا انتظام کرنے کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ پہلے صوبے کا حاکم ہی مقدموں کے فیصلے کیا کرتا تھا' پھر حضرت عمرؓ نے اس کام کے لیے جگہ جگہ قاضی مقرر کیے۔ صوبوں کے حاکم بھی بڑی سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ عام لوگوں کی طرح بازاروں میں پھرتے تھے' ان کے دروازے پر کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ ہر شخص بے روک ٹوک ان سے مل سکتا تھا'

Marfat.com

حضرت عمرؓ اُن لوگوں پر بڑی کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ کسی حاکم کا کوئی قصور ثابت ہو جاتا تھا تو اسے سب کے سامنے سزا دی جاتی تھی۔ صوبہ کے حاکم اور قاضی کے علاوہ ہر صوبہ میں ایک امیر منشی' ایک پولیس افسر اور ایک افسر خزانہ بھیجا جاتا تھا۔ مال گزاری جمع کرنے کا کام ایک علیحدہ افسر کے سپرد ہوتا تھا۔

عراق کے صوبے کے دو حصے تھے' ایک حصہ کا صدر مقام بصرہ تھا' دوسرے کا کوفہ۔ یہ دونوں شہر حضرت عمرؓ کے زمانے میں آباد ہوئے۔ دراصل دجلہ کے کنارے کے علاقے کی آب و ہوا عربوں کو راس نہیں آتی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ کو ایسی جگہ کی تلاش ہوئی جس کی آب و ہوا عرب سے ملتی ہو۔ دریائے فرات کے مغرب میں ریتلی اور کنکریلی زمین پسند آئی یہاں شہر آباد ہوا اور اس کا نام کوفہ رکھا گیا کہ ایران یا ہندوستان کی طرف سے عراق پر حملہ ہو تو اس کی روک تھام کی جا سکے۔ یہ شہر سمندر کے کنارے ایک پتھریلے میدان میں آباد کیا گیا تھا۔ جہاں ایران اور ہندوستان کے جہاز لنگر ڈالتے تھے۔ یہاں پانی نہیں تھا' مسلمان دجلہ سے میٹھے پانی کی ایک نہر کاٹ کے لائے اور یہ شکایت دور ہو گئی۔

مسلمانوں نے یہی ایک نہر نہیں کھودی بلکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں جگہ جگہ نہریں کھودی گئیں۔ آبپاشی کا انتظام کیا گیا' چوکیاں' سرائیں' کنویں اور مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ عراق' شام' ایران و دیگر ملکوں کی پیمائش اگلے بادشاہوں کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ مال گزاری بھی مقرر تھی' لیکن حضرت عمرؓ نے نئے سرے سے زمین کی پیمائش کرا کے مال گذاری مقرر کر کے بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا' مدرسے کھولے۔ فوجی چھاؤنیاں بنوائیں' ابتدا میں فوج کی نہ کوئی فہرست تھی نہ اُسے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی' حضرت عمرؓ نے علیحدہ دفتر بنایا اور اس کے لیے تنخواہ مقرر کی۔ سرحدوں پر آٹھ بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں' جن میں بہت سے سپاہی اور چار ہزار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ہر سال تیس ہزار نئے سپاہی بھرتی ہوتے تھے۔ انہیں لڑنے بھیجا جاتا تھا تو ان کے ساتھ طبیب بھی ہوتے تھے۔ فوج کے دو حصے تھے' سوار اور پیدل۔ لڑائیوں میں پیدل فوج کی صفیں اس طرح

Marfat.com

باندھی جاتی تھیں کہ آگے آگے نیزہ باز ہوتے تھے۔ ان کے پیچھے تیرانداز' سواروں کو اس فوج کے دونوں بازوؤں پر جمایا جاتا تھا۔ حملہ کے وقت فوج کا سردار تین تکبیریں کہتا تھا' پہلی تکبیر پر سپاہی حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے' دوسری تکبیر پر تیرانداز کمانوں کے چلے چڑھاتے اور نیزہ باز نیزے تول لیتے تھے اور تیسری تکبیر پر فوج بزن بول دیتی تھی۔

آمدنی کی بڑی بڑی مدیں تین تھیں۔ ایک تو مال گذاری' دوسرے زکوٰۃ جس کا ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض کر دیا گیا ہے۔ غیر مسلموں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی۔ البتہ 27 سال سے پچاس سال کی عمر تک لوگوں سے ایک چھوٹی سی رقم لی جاتی تھی۔ جس کا نام جزیہ تھا۔ جزیہ اپاہج اور بوڑھے آدمیوں عورتوں اور بچوں سے نہیں لیا جاتا تھا۔ اصل میں غیر مسلموں سے یہ رقم قومی خدمت کے عوض لی جاتی تھی۔ جو غیر مسلم مسلمانوں کی فوج میں بھرتی ہو کے لڑتے تھے' انہیں جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ یرموک کی لڑائی سے کچھ عرصہ پہلے جب مسلمانوں کو شام کے ان شہروں سے جنہیں وہ فتح کر چکے تھے نکلنا پڑا تو انہوں نے جتنا جزیہ ان شہروں کے باشندوں سے وصول کیا تھا۔ یہ کہہ کے واپس کر دیا کہ ہم تمہاری جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لیے تم سے جزیہ نہیں لے سکتے۔

مسلمانوں نے جو علاقے فتح کر لیے تھے۔ ان کی غیر مسلم آبادی ذمی کہلاتی تھی۔ کسی مسلمان کی مجال نہ تھی کہ کسی ذمی پر ظلم کر سکے۔ مسلمان اور ذمی دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا تھا یعنی جب کوئی ذمی بڈھا یا اپاہج ہو جاتا اور محنت مزدوری نہیں کر سکتا تھا تو اس سے جزیہ لینا بند کر دیا جاتا بلکہ بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو ذمیوں کی طرح غلاموں کا بھی بڑا خیال رہتا تھا اور وہ اس پر بڑا زور دیتے تھے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں زراعت نے بہت ترقی کی جس کی وجہ یہ تھی کہ کھیتوں کو سینچنے کا انتظام پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔ انہوں نے جگہ جگہ نہریں کھدوائیں۔ دجلہ اور فرات کے بند بنوائے۔ دریائے نیل سے بحیرۂ قلزم تک ایک نہر کھدوائی۔ جس کی

Marfat.com

وجہ سے مصر کا غلہ کشتیوں کے ذریعہ عرب میں پہنچنے لگا۔ چنگی کا محکمہ قائم کیا جس سے خاصی آمدنی ہوتی تھی۔ راتوں کو پہرہ دینے کے لیے پاسبان مقرر کیے۔ قیدیوں کو رکھنے کے لیے جیل بنائے۔ عربوں میں شعر و شاعری کا چرچا مدت سے تھا۔ ستاروں کے حالات جاننے کا شوق بھی اکثر لوگوں کو تھا۔ روم اور ایران کی ماتحتی میں جو عرب ریاستیں تھیں' ان کے حاکم خود شاعر اور شاعروں کے قدردان تھے۔ ان کی قدردانی کی وجہ سے شاعری' تاریخ اور ستاروں کے علم نے بڑی ترقی کی لیکن عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ لوگوں نے قبیلوں کے حالات اور شاعروں کا کلام زبانی یاد کر رکھا تھا۔ یہ چیزیں یوں ہی سینہ بسینہ چلی آتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ظہور کے وقت بہت تھوڑے لوگ لکھنا جانتے تھے۔ بدر کی جنگ میں قریش کے جو لوگ قید ہوئے۔ انہیں فدیہ لے کے چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان میں بھی بعض ایسے تھے جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ فدیہ ادا کرنے کے بجائے دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت لکھنے پڑھنے کا فن خاصی ترقی کر چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسے اور ترقی ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدرسے کھلے' ان میں تعلیم دینے کے لیے استاد مقرر کیے گئے' جنہیں بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی۔

حضرت عمرؓ اگرچہ خود بڑی سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے لیکن ان کی خلافت کے زمانے میں روم اور ایران کے اثر سے عربوں کے رہنے سہنے کے طریقوں میں خاصا فرق آ گیا تھا۔ پہلے کچے مکانوں کا رواج تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری زمانے میں جب روم اور ایران فتح ہوئے تو پکے مکان بننے لگے' جن میں رومیوں اور ایرانیوں کے مکانوں کی جھلک نظر آتی تھی۔ ایک زمانے میں صحرائے عرب کے لوگ ایک لمبا کرتہ پہنتے تھے جس میں ٹخنوں تک سارا جسم چھپا رہتا تھا۔ اس پر چمڑے کی ایک پیٹی باندھ لی جاتی تھی اور اس پر اونٹ کے بالوں کا ایک فرغل ہوتا تھا۔ البتہ جنگ کے وقت وہ چست پاجامے اور تنگ کرتے پہنتے تھے شہروں میں شلوار اور کرتہ پہننے کا رواج تھا۔ ایران اور روم

Marfat.com

کے اثر سے اکثر لوگ قبا پہننے لگے جو لمبی آستینوں کا ایک کوٹ سا ہوتا تھا۔ سر پر پگڑی ہوتی تھی جسے عمامہ کہتے تھے۔ اس پر ایک رومال ڈال لیتے تھے جس سے گردن اور کندھے دھوپ سے بچے رہتے تھے۔ عورتیں ڈھیلی ڈھالی شلوار اور چست کرتہ پہنتی تھیں اس پر بھی ایک لمبا فرغل ہوتا تھا۔ سر پر اوڑھنی ہوتی تھی باہر نکلتی تھیں تو ایک لمبی سی چادر اوڑھ لیتی تھیں، جس سے سارا جسم ڈھک جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ کی اپنی زندگی بڑی سیدھی سادی تھی وہ چاہتے تھے کہ دوسرے لوگ بھی ان کی سی سادگی اختیار کریں اور جب تک وہ زندہ رہے مسلمان تکلفات کے پھندوں میں نہ الجھنے پائے۔ ہاں جو لوگ مدینہ سے دور ایران، شام اور مصر وغیرہ ملکوں میں آباد ہو گئے تھے۔ ان پر آہستہ آہستہ تکلفات کا رنگ چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ پھر بھی عہدہ داروں میں سے کوئی شخص سادگی کے دائرے سے باہر قدم رکھتا تھا تو حضرت عمرؓ اسے سخت سزا دیتے تھے۔ مصر کے حاکم عیاضؓ بن غنم کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات کے لیے بھیجا۔ انہوں نے مصر پہنچ کے دیکھا کہ دروازے پر دربان بھی ہے اور عیاض بن غنمؓ نے باریک لباس بھی پہن رکھا ہے۔ اسی لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے یہاں حضرت عمرؓ نے باریک کپڑے کا لباس اتار کے بالوں کا بنا ہوا کھردرا کپڑا پہنایا اور جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ اس سزا کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیاضؓ جب تک زندہ رہے باریک کپڑا نہیں پہنا۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل بنوایا تھا، جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے محمد مسلمہؓ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ ڈیوڑھی میں آگ لگا دو چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے ڈیوڑھی میں آگ لگا دی اور سعد بن وقاصؓ چپ چاپ بیٹھے دیکھتے رہے۔

حضرت عمرؓ سادگی پر اس لیے اتنا زور دیتے تھے کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جو قومیں عیش و عشرت میں پڑ جاتی ہیں اور محنت و مشقت کی عادی نہیں رہتیں دوسری قومیں انہیں با آسانی مغلوب کر لیتی ہیں وہ لوگوں پر سختی ضرور کرتے تھے لیکن اپنے آپ اور اپنے

Marfat.com

خاندان کے لوگوں پر اس سے زیادہ سختی برتتے تھے۔ ہمیشہ موٹے کپڑے کا کرتہ پہنتے تھے۔ جس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوتے تھے جب تک مسلمانوں کے وظیفے ان کے درجے اور رتبے کے مطابق مقرر نہیں ہوئے تھے۔ وہ بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ پاتے تھے۔ شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی بیوی ام کلثومؓ نے قیصر کی بیگم کے پاس عطر کی چند شیشیاں بھیجیں۔ اس نے ان شیشیوں کو جواہرات سے بھر کے بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہنے لگے عطر تمہارا تھا لیکن قاصد تو سرکاری تھا۔ یہ کہہ کے جواہرات بیت المال میں داخل کر دیئے۔ ایک بار بیمار ہوئے طبیب نے شہد تجویز کیا۔ حضرت عمرؓ مسجد میں آئے مسلمانوں کو جمع کر کے کہا کہ بیت المال میں شہد موجود ہے' آپ لوگوں کی اجازت ہو تو تھوڑا سا لے لوں۔

اس سختی کے ساتھ ساتھ جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا تو فوراً معافی مانگ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص پر کوڑا اٹھایا لیکن جب خیال آیا کہ مجھ سے زیادتی ہوئی ہے تو معافی مانگ لی۔ کبھی کبھی لوگ بھی انہیں سخت سست کہہ بیٹھتے تھے اور وہ چپکے سے سنتے رہتے تھے۔ ہمدردی کا یہ حال تھا کہ جو لوگ لڑائی پر گئے ہوئے تھے ان کے گھروں پر جا کے بازار سے سودا سلف لا دیتے تھے۔ فوج والوں کے خط آتے تو خود ان کے گھر پہنچا آتے تھے کسی کو خط لکھوانا ہوتا تھا تو خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ کے خط لکھ دیتے تھے۔

Marfat.com

وفات

وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عمرؓ نے حج کیا۔ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں حج سے فارغ ہو کے مدینہ پہنچے جمعہ کے روز مسجد میں خطبہ دیا جو بہت لمبا تھا۔ اس خطبہ میں خلافت کے بارے میں بعض باتیں بیان کیں، جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی جانشینی کے معاملہ میں کچھ باتیں ان کے دل میں کھٹک رہی ہیں۔

مدینہ میں ایک پارسی غلام ابولُولو فیروز تھا اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں دن بھر مزدوری کرتا ہوں اور شام کو میرا آقا مجھ سے دو درہم وصول کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کون سا پیشہ کرتے ہو۔ اس نے کہا میں لوہار بھی ہوں، ترکھان بھی نقاشی کا کام بھی جانتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا جب تو دو درہم کوئی زیادہ رقم معلوم نہیں ہوتی۔ ابولولو فیروز ناراض ہو کے چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے لگے تو ابولؤلو فیروز جو گھات میں لگا تھا ٹوٹ پڑا اور چھ وار کیے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کے انہیں اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ حضرت عمرؓ زخمی پڑے تھے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نماز پڑھا رہے تھے۔

ابولولو فیروز نے اور لوگوں کو زخمی کیا۔ جب پکڑا گیا تو خودکشی کر لی۔ نماز ختم ہوئی تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اٹھا کے گھر پہنچا دیا۔ انہوں نے پوچھا۔ میرا قاتل کون

ہے؟ لوگوں نے ابولؤلؤ فیروز کا نام بتایا' کہنے لگے اللہ کا شکر ہے میرا قاتل مسلمان نہیں پھر اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بلا کے کہا عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عائشہؓ نے پیغام سن کے کہا یہ جگہ میں اپنے لیے رکھنا چاہتی تھی لیکن عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ اس وقت ایک بڑا سوال یہ تھا کہ ان کا جانشین کون ہو' لوگوں نے بار بار پوچھا تو انہوں نے چھ اشخاص یعنی حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے نام لیے اور کہا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنا لینا۔ اگرچہ زخموں نے نڈھال کر رکھا تھا لیکن اس حالت میں بھی ذمیوں کا خیال تھا۔ وفات سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد جو شخص خلیفہ ہو' اسے دوسرے مذہب کے لوگوں کا جو ہماری پناہ میں آ گئے خیال رکھنا اور ان سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے زخمی ہونے سے تیسرے دن یعنی 27 ذی الحجہ 23ھ مطابق 644ء کو انتقال فرمایا۔ موت کے وقت ان کی عمر 63 برس تھی۔ انہوں نے دس سال چھ ماہ چار دن خلافت کی۔ ان کا کنبہ بہت بڑا تھا۔ اس لیے بیت المال سے جو وظیفہ لیتے تھے' ان کے گزارے کے لیے کافی نہیں تھا۔ اس لیے وفات کے وقت ان پر 86 ہزار قرض تھا جو ان کا مکان بیچ کر ادا کیا گیا۔

Marfat.com

اولاد

حضرت عمرؓ نے کئی فرزند اور صاحبزادیاں اپنی یادگار چھوڑیں جن میں حضرت حفصہؓ، عبداللہؓ، عبیداللہؓ اور عاصمؓ بہت مشہور ہیں۔ حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بڑے نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔ علم میں بھی ان کا درجہ بہت بلند تھا اور ان کا شمار اونچے درجہ کے صحابہ میں ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ مکہ میں اسلام لائے اور اکثر لڑائیوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ باپ کی طرح حق بات کہنے میں بڑے نڈر تھے۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف جو مکہ معظمہ کا گورنر تھا اور رعایا پر ظلم کرتا تھا' کعبہ میں خطبہ پڑھ رہا تھا۔ عین اسی حالت میں آپ نے کھڑے ہو کر کہا'' یہ اللہ کا دشمن ہے کیونکہ اس نے اللہ کے دوستوں کو قتل کیا ہے جب لوگوں نے آپ کے ابا جان کی وفات کے بعد خلیفہ بننے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ خلافت کے کاموں کی جوابدہی کے لیے خاندان میں سے ابا جان ہی کافی ہیں۔ عاصمؓ اور عبیداللہؓ بھی اپنے زمانہ کے بڑے لائق اور نامور لوگوں میں سے تھے۔

حضرت عبیداللہؓ بہادری اور پہلوانی میں بہت مشہور تھے۔ تیسرے بیٹے حضرت عاصمؓ بھی نہایت نیک نفس اور بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کا مرثیہ لکھا جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

Marfat.com

''کاش موت عاصمؓ کو چھوڑ جاتی تاکہ ہم سب ساتھ رہتے یا لے جانا تھا تو ہم سب کو لے جاتی۔''

حضرت عاصمؓ نہایت اونچے قد کے تھے اور شعر بھی خوب کہتے تھے۔ اس زمانہ کے بڑے لوگوں کا کہنا ہے کہ'' ہر شاعر کو کچھ نہ کچھ وہ الفاظ بھی لانے پڑتے ہیں جو مقصود نہیں ہوتے ہیں لیکن عاصمؓ اس سے مستثنیٰ ہیں۔'' انہیں کے نواسے ہیں جنہیں دنیا عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام سے جانتی ہے۔ جنہوں نے اپنی اڑھائی سالہ خلافت کے زمانے میں وہ کارنامے انجام دیئے جو آج تک کسی بادشاہ سے نہیں ہوئے اور قیامت تک عام و خاص لوگوں کی زبانوں پر چڑھے ہی رہیں گے۔

Marfat.com

زمانۂ خلافت میں نئی نئی ایجادیں

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جو باتیں نئی نئی ایجاد کیں اور جن سے امت کو بڑے بڑے فائدے پہنچے۔ ہم اپنے قارئین کے لیے پیش کرتے ہیں۔

-1 بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔
-2 انصاف کے لیے عدالتیں قائم کیں اور ان میں قاضی مقرر کیے۔
-3 تاریخ اور سن ہجری قائم کیا جو آج تک قائم ہے۔
-4 بادشاہ کے لیے امیر المومنین کا خطاب قائم کیا۔
-5 فوج کے لیے دفتر قائم کیا۔
-6 اسلامی خدمتگاروں کے وظیفے (تنخواہیں) قائم کیں۔
-7 مال کا دفتر قائم کیا۔
-8 زمینوں کی ناپ کے لیے پیائش کا طریقہ جاری کیا۔
-9 مردم شماری کرائی۔
-10 کھیتی کے لیے نہریں کھدوائیں۔
-11 بڑے بڑے شہر آباد کرائے جیسے کوفہ، بصرہ، حیرہ، فسطاط، موصل۔
-12 سارے اسلامی ملکوں کو صوبوں میں تقسیم کیا۔
-13 دریا کی پیداوار یعنی عنبر جیسی مچھلیوں پر محصول قائم کیا اور محصل مقرر کیے۔

14- جن ملکوں سے مقابلے تھے وہاں ان کی تجارت کے لیے آمدورفت کی اجازت دی۔
15- جرم کرنے والوں کے لیے جیل خانے مقرر کیے۔
16- درہ (کوڑا) کا استعمال جاری کیا۔
17- راتوں کو گشت کر کے رعایا کی خیر خبر کا قانون جاری کیا۔
18- رعایا کی خیر خواہی کے لیے پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
19- جگہ جگہ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔
20- اچھے برے گھوڑوں کی پہچان کے لیے نشان مقرر کیے۔
21- حالات کی خیر خبر کے لیے پرچہ نویس مقرر کیے۔
22- مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے لیے مکانات بنوائے۔
23- راستوں پر پڑے ہوئے لاوارث بچوں کی پرورش کے لیے روزینہ مقرر کیا۔
24- بہت سے شہروں میں مہمان خانے بنوائے۔
25- یہ قاعدہ مقرر کیا کہ عرب والے خواہ کافر ہی ہوں کسی کے غلام نہیں بن سکتے۔
26- غریب عیسائی اور یہودیوں کے گزارے کے لیے روزینے مقرر کیے۔
27- مکاتب (مدرسے) قائم کیے۔
28- استادوں اور مدرسوں کے وظیفے (تنخواہیں) مقرر کیں۔
29- قرآن مجید کی ترتیب و تکمیل کا کام پورا کرایا۔
30- رمضان میں نماز تراویح کو جماعت سے قائم کرایا۔
31- شراب پینے کی سزا اسی کوڑے مقرر کی۔
32- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔
33- وقف کا طریقہ جاری کیا۔
34- مسجدوں میں وعظ و تقریر کا طریقہ قائم کیا۔
35- اماموں اور موذنوں کے وظیفے (تنخواہیں) مقرر کیں۔
36- مسجدوں میں راتوں کی روشنی کا انتظام کیا۔
37- غزلیہ اشعار میں عورتوں کا نام لینے سے منع کیا۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اگرچہ بہت سے نئے علاقے بھی فتح ہوئے' نئی عمارتیں بنوائی گئیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی نقلیں کروا کے مختلف صوبوں میں بھیجیں تا کہ مسلمان قرآن پڑھتے وقت زیر زبر کی غلطیوں سے بچے رہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ برس خلافت کی وہ نہایت نیک شخص تھے۔ شروع سے وہ بڑے خوشحال تھے مدینہ آنے کے بعد تو اللہ نے ان کے کاروبار میں اتنی برکت دی کہ وہ عرب کے سب سے بڑے دولت مند شخص سمجھے جانے لگے۔ اس لیے وہ غنی یعنی دولت مند کے لقب سے مشہور ہوئے۔

18 ذی الحجہ 35ھ کو جب انہیں شہید کیا گیا تو وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کی عمر 82 سال تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائی زندگی

قریش میں بنو ہاشم اور بنی اُمیہ دو مشہور گھرانے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہاشم کا گھرانا کہلاتا تھا اور حضرت عثمانؓ اُمیہ کے خاندان میں سے تھے۔ رسول اللہؐ سے حضرت عثمانؓ کے نسب کا سلسلہ پانچویں پیڑھی پر مل جاتا ہے۔ کیونکہ اُمیہ جس کے نام پر حضرت عثمانؓ کا گھرانہ بنواُمیہ کہلاتا ہے۔ ہاشم کا بھتیجا یعنی ان کے بھائی عبدشمس کا بیٹا تھا' ہاشم اور عبدشمس دونوں کے باپ کا نام عبدمناف تھا۔ عثمانؓ کے والد کا نام عفان تھا اور وہ اُمیہ کے پوتے تھے۔

(اُمیہ کا گھرانہ قریش کے خاندان میں سب سے معزز سمجھا جاتا تھا)۔ قریش کے خاندانوں میں اگر کوئی خاندان بنو ہاشم کا ہمسر سمجھا جاتا تھا تو وہ اُمیہ ہی کا خاندان تھا۔ اس لیے دونوں خاندانوں میں لاگ ڈانٹ بھی چلی آتی تھی یعنی دونوں ہر میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر قدم رکھنا چاہتے تھے۔ قریش کا قومی جھنڈا اُمیہ کے خاندان کے قبضہ میں تھا جب کسی قبیلہ سے قریش کی جنگ ہوتی تھی تو اسی گھرانے کا سردار قریش کی ساری فوج کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ ابوسفیان جو بار بار فوج لے کے رسول اللہؐ کے مقابلہ پر آیا اسی خاندان کا سردار تھا۔ حضرت عثمانؓ عمر میں رسول اللہ ﷺ سے چھ برس چھوٹے تھے۔ اسلام لانے سے پہلے بھی وہ بڑے اور دیانتدار شخص تھے۔ ان کی جوانی کے زمانہ میں عرب بھر

Marfat.com

میں شراب پینے کا رواج عام تھا۔ چھوٹے بڑے سب اس کے نشہ میں مست نظر آتے تھے لیکن انہوں نے کبھی شراب کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ ان دنوں عرب میں ایسے لوگ مشکل سے ملتے تھے جنہیں لکھنا پڑھنا آتا ہو' لیکن حضرت عثمانؓ نے شروع ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

حضرت عثمانؓ بڑے حسین شخص تھے۔ گندمی رنگت تھی' قد درمیانہ' ناک اونچی اور خمدار' چہرا ابھرا ہوا تھا' گالوں پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ تھے' ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی' سر کے بال بھی بڑے بڑے اور بہت گھنے تھے۔ مزاج میں حیا حد سے زیادہ تھی' ہمیشہ اچھا پہنتے اور اچھا کھاتے تھے اور انہیں اللہ نے دیا بھی بہت تھا۔ جوانی میں کپڑے کی تجارت شروع کی تھی' جس میں بڑی کامیابی ہوئی۔ قریش میں کچھ تو اپنی دولت کی وجہ سے اور کچھ اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی بڑی عزت تھی اور چھوٹے بڑے سب انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی جتنی عزت تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اکثر عورتیں بچوں کو یہ لوری دیا کرتی تھیں۔

''اللہ کی قسم مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہے' جتنی محبت قریش کو عثمان سے ہے۔''

Marfat.com

اِسلام لانے کے بعد

حضرت عثمانؓ حضرت ابو بکرؓ سے چار برس چھوٹے اور حضرت عمرؓ سے سات برس بڑے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تو حضرت عثمانؓ کی عمر چونتیس برس کی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ سے ان کا بڑا میل جول تھا۔ دونوں میں اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے دعوے کا حال معلوم ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی سنا کہ ابو بکرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور آتے ہی اسلام کا ذکر چھیڑ دیا لیکن جب انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی زبانی اسلام کی خوبیاں سنیں تو طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ اُن کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ رسول اللہؐ خود تشریف لے آئے۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں ایک دو فقرے ایسے کہے کہ حضرت عثمانؓ کو اسلام قبول کرنے میں جو تھوڑی بہت جھجک تھی، وہ بھی جاتی رہی اور انہوں نے فوراً کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عثمانؓ نے نبوت کے پہلے ہی سال اسلام قبول کیا اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد پینتیس چھتیس سے زیادہ نہیں تھی۔

انہیں اسلام قبول کیے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا بیاہ اُن سے کر دیا۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد انہیں

Marfat.com

ایک دن بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ ان کا گھرانہ اگرچہ بڑا طاقتور تھا پھر وہ خود بھی بڑے دولت مند شخص تھے اور سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے لیکن اُن کے اسلام قبول کرنے کے بعد پرائے تو پرائے اپنے بھی خون کے پیاسے ہو گئے۔ اُمیہ کے گھرانے کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے اور مسلمانوں کو دکھ دینے میں آگے آگے نظر آتے تھے۔ انہیں یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی کہ خود اُن کے خاندان کا کوئی شخص ایک ہاشمی کو نبی مان لے اور اپنے سارے خاندان سے کٹ کے رہ جائے۔ اس لیے وہ حضرت عثمانؓ سے سخت ناراض تھے ایک دفعہ ان کے چچا حکم بن العاص نے اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ کے انہیں پیٹا اور پھر قید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد خاندان کے لوگوں نے ایسی سختی شروع کی کہ اُن کے لیے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت رقیہؓ کو ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے۔ یہ ملک عرب کے ساحل کے سامنے واقع ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان صرف ایک سمندر حائل ہے جسے بحیرۂ قلزم کہتے ہیں۔ حبشہ کا بادشاہ جس کا لقب نجاشی تھا۔ عیسائی مذہب کا پیرو تھا اور اُس نے ملک کے لوگوں کو بڑی مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے حبشہ پہنچنے کے بعد بہت سے اور مسلمان بھی مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ قریش نے بڑی کوششیں کیں کہ کس طرح نجاشی مسلمانوں کو اُن کے حوالے کر دے۔ لیکن نجاشی نے صاف انکار کر دیا اور یہ مسلمان جنہیں وطن میں آرام نہ ملا تھا امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت عثمانؓ حبشہ میں کئی برس رہے۔ یہاں اگرچہ بڑا اطمینان نصیب تھا پھر بھی وطن کی یاد کبھی کبھی بے چین کر دیتی تھی۔ ایک دفعہ خبر اڑی کہ سارے قریش نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عثمانؓ اور بعض دوسرے مسلمانوں نے اس خبر پر یقین کر لیا اور مکہ روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کا اسلام لانا درکنار ان کا ظلم پہلے سے بھی بڑھ گیا ہے، جو مسلمان حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے وہ تو کچھ روز مکہ میں رہ کے واپس چلے گئے لیکن حضرت عثمانؓ پھر حبشہ نہ گئے۔ انہیں دنوں مدینہ کے کچھ لوگ مکہ

آئے۔ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور اسلام قبول کرلیا۔ اگلے سال کچھ اور لوگ آئے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ اپنے ایک صحابی حضرت مصعبؓ کو مدینہ بھیجا۔ ان کی کوششوں سے بہت سے لوگ جن میں قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ بھی تھے۔ مسلمان ہو گئے سال بھر کے بعد مدینہ کے بہتر آدمی جن میں عورتیں بھی تھیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ مدینہ تشریف لے چلئے آپ خود تو نہیں گئے' البتہ صحابہؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ اب مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ جانے لگے۔ حضرت عثمانؓ بھی اپنے بال بچوں کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے اور حضرت اوس بن ثابتؓ کے ہاں مہمان ٹھہرے جب سارے مسلمان مدینہ جا چکے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کے ہجرت کی۔ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ لوگوں کی امانتیں لوٹانے کے لیے مکہ ہی میں چھوڑ آئے تھے چنانچہ وہ سب سے اخیر میں مدینہ پہنچے۔

Marfat.com

مدینہ میں

ہجرت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر 47 برس کی تھی۔ مدینہ میں وہ حضرت اوس بن ثابتؓ کے ہاں آ کے اترے تھے۔ اوس بن ثابتؓ کا گھرانا مدینہ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے ایک بھائی حسان بن ثابتؓ مشہور شاعر تھے۔ دوسرے بھائی زید بن ثابتؓ کا شمار بھی اونچے درجہ کے صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے وہ مہاجر کہلاتے تھے۔ مدینہ کے لوگ جنہوں نے ان کی مدد کی تھی انصار کے لقب سے مشہور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مہاجرین اور انصار کو بلایا پھر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو بلا کے فرمایا کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ حضرت عثمانؓ کو حضرت اوس بن ثابتؓ کا دینی بھائی بنایا گیا۔ دونوں نے یہ بھائی چارہ خوب نبھایا۔

حضرت عثمانؓ مکہ میں بھی تجارت ہی کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر بھی انہوں نے تجارت ہی کی طرف توجہ کی۔ یہاں ان کے کاروبار نے بڑی ترقی کی اور ایک ایسا زمانہ آیا کہ وہ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند شخص سمجھے جانے لگے لیکن حضرت عثمانؓ ایسے لوگوں میں سے نہیں تھے جو اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کے روپیہ جمع کرتے ہیں اور کیسی ہی ضرورت کیوں نہ آ پڑے روپیہ خرچ نہیں کرتے۔ حضرت عثمانؓ اچھا کھاتے

Marfat.com

اور اچھا پہنتے تھے۔ روپیہ پیسہ سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرتے تھے اور مسلمانوں کی مدد کا کوئی موقع آ پڑتا تھا تو اس طرح جی کھول کر خرچ کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ انہیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ پانی کا توڑا پڑ گیا شہر بھر میں صرف ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا۔ اس کا مالک ایک یہودی تھا جو دام لیے بغیر کنویں سے پانی نہیں بھرنے دیتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کنوئیں کو خرید لینا چاہا۔ یہودی پہلے تو اس بات پر آمادہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ بڑے مشکل سے بارہ ہزار درہم پر کنوئیں کا آدھا حق بیچنے پر آمادہ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم میں آدھا کنواں خرید لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور ایک دن یہودی کی جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی مسلمان اتنا پانی بھر کے رکھ لیتے تھے جو انہیں دو دن کے لیے کافی ہوتا تھا یہودی نے جب دیکھا کہ کنوئیں سے اب پہلی سی آمدنی نہیں رہی تو باقی کا آدھا حصہ بھی بیچنے پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے بھی آٹھ ہزار میں خرید کے سارا کنواں مسلمانوں کو دے ڈالا۔ اب کوئی روک ٹوک نہ رہی جس کا جی چاہتا اس کنوئیں سے پانی بھرتا تھا۔ اس کنوئیں کا نام بیر رومہ تھا اور اسے خریدنے پر حضرت عثمانؓ کو بیس ہزار درہم خرچ کرنے پڑے تھے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو پہلے قبا میں ٹھہرے جو مدینہ کے پاس ایک چھوٹی سی بستی ہے اور یہاں ایک مسجد بنائی پھر مدینہ پہنچے تو یہاں ایک اور مسجد کی تعمیر کی گئی۔ اس مسجد کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے کنبہ کے لوگوں کے رہنے کے لیے حجرے بنائے گئے یہی مسجد ہے جو مسجد نبوی ﷺ کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور مسجد میں نمازیوں کے لیے جگہ نہ رہی تو رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ پاس کی زمین کا ایک ٹکڑا خرید کے مسجد کو کشادہ کیا جائے۔ اس موقع پر بھی حضرت عثمانؓ کی دولت ہی مسلمانوں کے کام آئی۔ یعنی زمین خریدنے پر جتنا روپیہ خرچ ہوا وہ انہوں نے اپنے پاس سے ادا کر دیا۔

ہجرت کے بعد کافروں سے جو لڑائیاں ہوئیں' ان میں بھی حضرت عثمانؓ شریک

Marfat.com

تھے۔ البتہ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ مسلمانوں کو لے کے کافروں سے لڑنے کے لیے بدر کی جانب چلے تو حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت رقیہؓ جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی تھیں' سخت بیمار تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں چھوڑا جس روز حضرت رقیہؓ نے وفات پائی' اسی روز خبر آئی کہ بدر میں مسلمانوں نے کافروں پر فتح پائی۔ حضرت عثمانؓ کو ایک تو بیوی کی وفات کا بڑا صدمہ تھا' دوسرا اس بات کا بھی بڑا افسوس تھا کہ جہاد کے ثواب میں شریک نہ ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ تم بہت بڑا فرض ادا کرنے میں مصروف تھے' اس لیے بدر کی لڑائی میں حصہ نہیں لے سکے لیکن جہاد کے ثواب میں تم بھی شریک ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی اُم کلثومؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔

اُحد کی لڑائی میں پہلے تو مسلمانوں نے دشمن کو شکست دے کے بھگا دیا تھا لیکن جن تیر اندازوں کو رسول اللہ ﷺ نے اُحد کی گھاٹی پر مقرر کر دیا تھا۔ دشمن کو بھاگتا دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور قریش کے ایک دستے نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کے دشمن کی فوج پلٹ پڑی اور مسلمان اسے روک نہ سکے۔ ساتھ ہی یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے' یہ خبر سن کے بعض مسلمان تو تلواریں سونت کے دشمن کی صفوں میں جا گھسے۔ بعض ہتھیار پھینک پھینک کے بیٹھ گئے کہ اب لڑنے کا کیا فائدہ؟ حضرت عثمانؓ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔

احد کے بعد خندق کی لڑائی پیش آئی' یعنی یہودی اور قریش مل کے مدینہ پر چڑھ آئے۔ حملہ آور فوج دس ہزار سے کچھ زیادہ تھی اور مدینہ سے باہر نکل کے اس کا مقابلہ مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے مدینہ کے اردگرد ایک خندق کھدوائی گئی۔ خندق کی حفاظت کرنے میں حضرت عثمانؓ بھی شریک تھے۔ کافر مہینہ بھر تک مدینہ کو گھیرے رہے آخر انہیں محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔

ہجرت کے چھٹے برس آنحضرت ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ اس سفر میں چودہ سو صحابیؓ شریک تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر جہاں سے مکہ صرف ایک منزل تھا

Marfat.com

پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا ایلچی بنا کے بات چیت کرنے بھیجا' قریش نے انہیں نظر بند کرلیا لیکن حدیبیہ میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کے صحابہؓ سے عہد لیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کیلئے اپنی جانیں نثار کردیں گے چونکہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ موجود نہیں تھے' اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف سے خود اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کے بیعت کی' یہ بیعت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کے لی گئی تھی اس لیے بیعت الشجرہ کہلاتی ہے۔ اسے بیعت رضوان بھی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر قرآن میں خوشی ظاہر فرمائی ہے۔

خیبر کی لڑائی' مکہ کی فتح' حنین کی جنگ۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مشہور واقعات ہیں۔ ان معرکوں میں حضرت عثمانؓ بھی شریک تھے۔

ہجرت کے نویں برس یہ خبر مشہور ہوئی کہ روم کا بادشاہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ دشمن کے ملک میں پہنچ کے اُسے رُوکا جائے۔ ان دنوں عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ فوج کی تیاری میں بڑی مشکلیں پیش آئیں پھر بھی مسلمانوں نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق اونٹ گھوڑے اور روپیہ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور رسد کے سامان کے لیے ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔ مسلمانوں کا لشکر جب تبوک پہنچا جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ہے تو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے حملہ کی خبر غلط تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہیں سے واپس چلے آئے۔

اگلے برس رسول اللہ ﷺ حج کرنے گئے' اس موقع پر بھی حضرت عثمانؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ حج سے واپس آنے کے بعد تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور کچھ دن بیمار رہنے کے بعد اپنے مولا سے جا ملے۔

Marfat.com

پہلے دو خلیفوں کے زمانے

حضرت عثمانؓ کا شمار آنحضرت ﷺ کے خاص صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نبوت کے پہلے برس اسلام قبول کرلیا اور اسلام کی خاطر بڑی مصیبتیں بھی اٹھائیں' اپنے کنبہ کے لوگوں کا ظلم برداشت کیا۔ دو بار گھر سے بے گھر ہوئے یعنی پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو مکہ چھوڑ کے مدینہ آنا پڑا پھر زندگی بھر آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور دین کی خدمت کے لیے جب بھی روپیہ خرچ کرنے کا موقع آیا انہوں نے خوب جی کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ وہ وحی کے کاتب بھی تھے یعنی جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ انہیں بلا کے لکھوا دیا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ اگرچہ بڑے دولت مند شخص تھے لیکن انہیں جو عزت نصیب تھی' وہ دولت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی نیکی' پرہیزگاری اور اسلامی خدمتوں کی وجہ سے انہیں قدر اور عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ صحابہؓ میں وہی لوگ اونچا درجہ رکھتے تھے جو شروع شروع میں اسلام لائے یا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زیادہ عرصہ تک رہے یا جنہیں اسلام کی خاطر مصیبتیں اٹھانے اور لڑائیوں میں جاں نثاری کرنے کا موقع ملا اور حضرت عثمانؓ میں یہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ بھی حضرت عثمانؓ کی بڑی عزت کرتے تھے اور جب کسی

اہم معاملہ کے متعلق مشورہ کرنا ہوتا تھا تو انہیں بھی شریک کرلیا کرتے تھے۔

سوا دو برس خلیفہ رہنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی۔ موت سے پہلے انہوں نے وصیت لکھوانی چاہی تو حضرت عثمانؓ کو وصیت لکھنے کے لیے بلوایا چند فقرے لکھوائے تھے کہ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کو معلوم تھا کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی طرف سے عبارت پوری کردی۔ حضرت ابو بکرؓ کو ہوش آیا تو پوچھا تم نے کیا لکھا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے عبارت پڑھ کر سنادی جب عمرؓ کا نام آیا تو حضرت ابو بکرؓ بہت خوش ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی حضرت عثمانؓ ان کے خاص مشیروں میں شامل رہے۔ حضرت عمرؓ ان لوگوں کی بڑی عزت کرتے تھے جو شروع شروع میں مسلمان ہوئے تھے یا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بڑی بڑی خدمتیں انجام دی تھیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے وظیفے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی درجہ بندی بھی اسی لحاظ سے کی یعنی جو لوگ بدر کی لڑائی میں شامل تھے انہیں سب سے زیادہ وظیفہ دیا۔ ان کے بعد ان لوگوں کا درجہ تھا جو جنگ احد میں شریک تھے۔ ان کے بعد دوسرے لوگوں کا درجہ آتا تھا اس لیے وہ بھی حضرت عثمانؓ کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان کی خدمتوں کی وجہ سے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ساڑھے دس برس خلافت کرنے کے بعد جب ایک پارسی غلام کے خنجر نے حضرت عمرؓ کو گھائل کیا اور ان کے زندہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو لوگوں کے اصرار سے انہوں نے اپنی جانشینی کے لیے چھ صحابہؓ یعنی علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن وقاصؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نام تجویز کیے اور کہا کہ ان چھ بزرگوں میں سے جس کے حق میں زیادہ آراء ہوں اسے خلیفہ بنالیا جائے۔

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد دو دن ان کی جانشینی کے سوال پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر بڑی بحث کے بعد یہ طے پایا کہ تین صحابہ یعنی حضرت علیؓ

Marfat.com

حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا نام واپس لے لیا اور کہا اب ہمیں ان دو بزرگوں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ چننا ہے پھر انہوں نے ان دونوں سے الگ الگ مل کے کہا کہ آپ یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں دونوں نے یہ بات مان لی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دی اور مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ نے بارہ برس خلافت کی۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت

حضرت عثمانؓ کو جب خلافت ملی تو ان کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی خلافت پانے کے بعد تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو کانپنے لگے اور چند فقرے کہہ کے منبر سے اتر آئے۔ اصل میں وہ تقریر اچھی نہیں کر سکتے تھے البتہ لکھتے خوب تھے چنانچہ ان کے خطوں کے جو نمونے ہاتھ آئے ان میں بڑا زور اور بلا کی روانی ہے۔

1: خلیفہ مقرر ہونے کے بعد انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صوبوں کے حاکموں کے نام خط لکھے۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ تم لوگ رعایا کے آقا نہیں بلکہ صرف اس کے نگہبان ہو' جہاں تک بن پڑے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرو اور اس بات کا خیال رکھو کہ کہیں انصاف کے راستے سے اِدھر اُدھر نہ ہو جاؤ تمہیں آمدنی اور خرچ کے معاملہ میں بڑی دیانت داری سے کام لینا چاہیے۔ ذمی یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کی پناہ میں آ گئے ہیں' ان سے وہی سلوک کرو جو مسلمانوں سے کرتے ہو دشمن سے لڑائی کی حالت میں بھی تم نے جو وعدہ کر لیا ہے اسے ضرور پورا کرو چاہے ایسا کرنے میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

2: حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں بیت المال سے اپنا اور اپنے کنبے کا خرچ پورا کرنے کے لیے وظیفہ لیتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا

Marfat.com

کیونکہ وہ بڑے دولت مند شخص تھے اور انہیں وظیفہ کی ضرورت نہیں تھی۔

3: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جب مسجد نبوی ﷺ کو وسیع کرنے کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا گیا تو اس کی قیمت حضرت عثمانؓ نے ادا کی تھی۔ خلیفہ بننے کے بعد انہیں خیال آیا کہ مسجد نبوی ﷺ کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے لیکن جن لوگوں کے مکان مسجد کے آس پاس تھے وہ معاوضہ لے کر یہ مکان دینے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کئی تدبیریں کیں لیکن یہ لوگ راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح کئی برس یوں ہی گزر گئے۔ آخر حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز بڑے زور کی تقریر کی جس میں نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی جانب لوگوں کو توجہ دلائی گئی تھی۔ اس تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکان مسجد کے لیے دے دیئے۔ اب مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور دس مہینے میں اینٹ چونے اور پتھر کی ایک عالی شان عمارت بن کے تیار ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد کی تعمیر کا سارا کام اپنی نگرانی میں کرایا تھا ئی عمارت بڑی مضبوط اور خوشنما تھی۔ اس کے علاوہ لمبائی میں پرانی عمارت سے پچاس گز زیادہ تھی۔ البتہ چوڑائی اتنی کی اتنی ہی رہی۔

4: حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بہت سی عمارتیں بھی بنوائیں۔ نہریں اور بند چشمے اور سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔ پرانے نظام میں کہیں کہیں تبدیلیاں بھی کیں۔ حکومت پھیلتی جاتی تھی۔ اس کی ضرورتیں بھی بڑھتی جاتی تھیں۔ ہر صوبہ میں سرکاری دفتروں کے لیے عمارتوں کی ضرورت تھی۔ یہ عمارتیں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ ہی میں بنیں۔ بہت سے پل، سڑکیں، مسجدیں اور مہمان خانے بھی تعمیر ہوئے کوفہ میں کوئی مہمان خانہ نہیں تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنوا دیا۔ مدینہ سے چوبیس میل دور نجد کو جانے والی سڑک پر ایک سرائے بنوائی، جس کے پاس ایک چھوٹا سا بازار اور میٹھے پانی کا ایک کنواں بھی تھا۔ مدینہ میں کبھی کبھی خیبر کی جانب سے سیلاب آیا کرتا تھا جس سے شہر کی آبادی کو سخت نقصان پہنچتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک بند باندھا اور ساتھ ہی ایک نہر کھود کے سیلاب کا رُخ پھیرنے کا انتظام کر دیا

Marfat.com

۔فوجی چھاؤنیاں تو حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ میں قائم ہو چکی تھیں لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب اور ملک فتح ہوئے تو کئی نئی چھاؤنیاں بنیں۔جن میں فوج کے علاوہ ۔۔۔تیز گھوڑے اور جنگی سامان موجود رہتا تھا۔اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے سارے ملکوں میں اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کا بہت اچھا انتظام کیا یعنی جگہ جگہ چراگاہیں بنوائیں خود مدینہ کے گرد بڑی بڑی چراگاہیں تھیں جن میں سے صرف ایک چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے شام کے ملک کو تین صوبوں میں بانٹا تھا۔حضرت عثمانؓ نے ان تینوں صوبوں کو ملا کے ایک صوبہ بنا دیا پہلے صوبہ کا حاکم ملک کے انتظام کے ساتھ فوج کی افسری بھی کرتا تھا۔حضرت عثمانؓ نے ہر صوبہ میں ایک شخص کو افسر مقرر کیا۔جس کے ہاتھ میں ساری فوج کی باگ ہوتی تھی۔اسلامی سلطنت بہت پھیلی ہوئی تھی۔بعض علاقے مدینہ سے مہینوں کے راستے پر تھے پھر بھی حضرت عثمانؓ کو سلطنت کے دوسرے حصوں کے حالات کی بڑی ٹوہ رہتی تھی جمعہ کے روز لوگوں سے خبریں پوچھتے اور ان کی باتیں غور سے سنتے۔حج کے موقع پر جب ملکوں ملکوں کے لوگ جمع ہوتے تھے۔جس شخص کو کسی حاکم سے شکایت ہوتی تھی بیان کر دیتا تھا۔اس موقع پر اکثر صوبوں کے حاکم بھی جمع ہوتے تھے۔اس لیے شکایت کی تحقیقات کی آسانی سے ہو سکتی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اگرچہ بہت سے نئے علاقے بھی فتح ہوئے۔نئی عمارتیں بنوائی گئیں لیکن سچ پوچھو تو حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی نقلیں کرا کے مختلف صوبوں میں بھیج دیں تاکہ مسلمان قرآن پڑھتے وقت زیر زبر کی غلطیوں سے بچے رہیں۔

افریقہ اور آرمینیا کی لڑائیاں

ایران' عراق' شام' مصر' آذربائیجان اور آرمینیا حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہو چکے تھے۔ آذربائیجان کے لوگوں نے جب سنا کہ حضرت عمرؓ نے وفات پائی تو انہوں نے بغاوت کر دی۔ ولید بن عقبہؓ نے جو عراق کے حاکم تھے' ان کے مقابلہ کرنے کیلئے فوجیں بھیجیں۔ آذربائیجان کے باغیوں نے شکست کھائی اور پھر اطاعت قبول کر لی۔

آرمینیا میں دو سردار حبیب بن مسلمہؓ اور عبدالرحمٰن بن ربیعہؓ مدتوں لڑتے رہے تھے۔ عبدالرحمٰنؓ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور آرمینیا کا سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے حبیب بن مسلمہؓ کو فوج دے کر بھیجا اور عبدالرحمٰنؓ کے بھائی سلمان کو ان کے ساتھ کر دیا۔ ان بہادروں نے آرمینیا اور قفقاز کو نئے سرے سے فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔ جن دنوں حبیب بن مسلمہؓ آرمینیا میں لڑ رہے تھے' انہیں خبر ملی کہ آرمینیا کا ایک بڑا سردار جس کا نام موریان ہے' بہت بڑا لشکر لے کے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے آ پہنچا ہے۔ حبیب کے پاس فوج کم تھی' اس لیے ارادہ کیا کہ رات کے وقت موریان کے لشکر پر چھاپہ مارنا چاہیے۔ ان کی بیوی نے جن کا نام اُم عبداللہ تھا' انہیں ہتھیار لگاتے دیکھ کے پوچھا کہ آپ اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ آج یا تو موریان کے خیمہ تک پہنچوں گا یا اللہ کے راستے میں اپنی جان نثار کر دوں گا۔ چنانچہ حبیب بن مسلمہؓ چند بہادر سپاہیوں کا ایک دستہ لے کے چلے اور

Marfat.com

اور موریان کی فوج پر اس طرح گرے کہ ایک ہی حملہ میں ہزاروں کا کھیت ڈال دیا۔ اب انہوں نے موریان کے خیمے کا رُخ کیا اور کچھ سپاہیوں کو جن کی عمریں تلواریں مارتے گزر گئی تھیں، ساتھ لے کے فوج کو چیرتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے۔ خیمہ کے سامنے ایک سوار کی پرچھائیں سی نظر آئی، اس کا چہرہ تو دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن اس کے رنگ ڈھنگ سے حبیب بن مسلمہؓ نے اتنا پہچانا کہ کوئی مسلمان سپاہی ہے۔ دریافت کیا کہ یہ کون بہادر ہے جو ہم سے پہلے یہاں آن پہنچا ہے؟ پاس پہنچ کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی بیوی ام عبداللہ پورے ہتھیار لگائے ہاتھ میں بھالا لیے موریان کے خیمے کے سامنے کھڑی ہے۔

اس لڑائی میں آرمینیا والوں کو ایسی شکست ہوئی کہ ان میں لڑنے کی ہمت باقی نہ رہی۔ آخر مجبور ہو کے ہتھیار ڈال دیئے اور آرمینیا کے پہاڑی قلعوں، شہروں اور وادیوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ سلمان بن ربیعہؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی طرح آرمینیا کے معرکوں میں بری جاں نثاری کی تھیں۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے انہیں اس علاقے کا حاکم مقرر کیا۔

فارس اور خراسان میں بھی بغاوتیں ہوئیں اور مدت تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن آخر مسلمانوں نے باغیوں کو دبا لیا اور انہیں ہتھیار ڈال دینے کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اسی زمانے میں ایک بہادر سردار احنف بن قیس جنہوں نے خراسان کے باغیوں کو نیچا دکھانے میں بڑا حصہ لیا تھا، مشرقی ترکستان کے بادشاہ سے جا ٹکرائے اور اسے شکست دے کے بھگا دیا پھر بلخ کی طرف بڑھے اور اسے فتح کر کے لوٹے۔

دراصل ایران میں آئے دن جو فتنے اُٹھتے رہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایران کا بادشاہ یزدگرد ابھی تک زندہ تھا۔ اگرچہ باپ دادا کا ملک اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا لیکن ابھی اسے یہ امید سہارا دیئے چلی جاتی تھی کہ ایک نہ ایک دن پھر ایران پر اس کا قبضہ ہوگا۔ کبھی وہ ترکستان کے حاکموں کو ابھار کے مسلمانوں کے مقابلہ پر کھڑا کر دیتا تھا، کبھی اس کے اشارے سے سرحدی علاقوں کے لوگ بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ اُس نے چین اور ترکستان کے بعض سرداروں کو ساتھ لے کے سیستان پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی اور بھاگا۔ اس حالت میں ترکستان کے ایک سردار نے اُسے بلا بھیجا اور بڑے

Marfat.com

دعوے کیے کہ اگر آپ تشریف لے آئیں تو میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت بڑی فوج آپ کے ساتھ کر دوں گا۔ لیکن یزدگرد سمجھ گیا کہ ترک سردار کی نیت میں فتور ہے' وہ مجھے مسلمانوں کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ جان بچا کے بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ حال دیکھ کے اس کے پرانے رفیقوں نے جواب تک رفاقت کا حق ادا کر رہے تھے' آنکھیں پھیر لیں اور یزدگرد اکیلا رہ گیا۔ ایک دن دریائے مرغاب کے کنارے اکیلا چلا جا رہا تھا کہ ایک پن چکی نظر آئی۔ سوچا یہاں گھڑی دو گھڑی سستا لوں اگرچہ یزدگرد کی حالت بڑی خستہ تھی پھر بھی بڑا قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا' گلے میں موتیوں کی مالا تھی' انگلیوں میں انگوٹھیاں جن میں ہیرے کے نگینے چمک رہے تھے۔ یہ چیزیں دیکھ کے پن چکی والے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ یزدگرد کو قتل کر کے اس کا لباس اتار لیا اور لاش کو دریا میں ڈال دیا۔ یزدگرد کے مارے جانے کی وجہ سے بغاوتوں کا سلسلہ رک گیا اور سرحدی علاقوں کے جو ایرانی سردار اُسے پھر تخت پر بٹھانے کی آرزو میں آئے دن فتنے اٹھاتے رہتے تھے' وہ مایوس ہو کے بیٹھ گئے۔

حضرت عثمانؓ کی حکومت کے زمانے میں اور بھی کئی علاقے فتح ہوئے۔ اِدھر مسلمان ایران سے زور دے کر بڑھے' تو کابل تک سارا علاقہ فتح کر ڈالا اور ہندوستان کی شمال مغربی سرحد تک پہنچ گئے۔ اُدھر مصر میں قدم جما کے آس پاس کے علاقوں پر حملے شروع کیے اور شمالی افریقہ کے وہ سارے علاقے فتح کر ڈالے جو طرابلس' مراکش اور الجزائر (الجیریا) کہلاتے ہیں۔ ان لڑائیوں میں اگرچہ اسلامی فوج کے سردار عبداللہ بن سعد تھے جو عمرو بن العاصؓ کی جگہ مصر کے حاکم مقرر ہوئے تھے لیکن شمالی افریقہ کو فتح کرنے میں ایک نوجوان بہادر حضرت عبداللہ بن زبیر ابن العوامؓ تھے۔

طرابلس کی لڑائیوں میں برقہ کے معرکے خاص طور پر بہت مشہور ہیں۔ اُس زمانے میں اس علاقے پر بھی رومیوں کی حکومت تھی اور گریگوری جسے عرب جرجیر کہتے ہیں۔ قیصر روم کی طرف سے اس علاقے کا حاکم تھا' اُسے جب خبر ملی کہ مسلمان برقہ کے شہر پر حملہ کرنے کے ارادے سے بڑھے چلے جاتے ہیں تو رومی عیسائیوں اور بربر کے علاقے کے وحشیوں کی ایک فوج لے کے مقابلہ پر بڑھا۔ اس فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی تھی اور مسلمان اُن سے گنتی میں بہت کم تھے۔ گرمی کا موسم تھا' زمین سے شعلے نکلتے

Marfat.com

تھے' آسمان سے آگ برستی تھی' اس لیے مسلمانوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ پچھلے پہر جب صبح کا نور رات کے اندھیرے پر چھاپا مارتا' رومیوں کے لشکر پر جا پڑتے اور خاصا دن چڑھ آتا' دھوپ لگتی تو درختوں میں آکے کمریں کھول دیتے۔ اس زمانے کی لڑائیوں کا قاعدہ تھا کہ فوج کا جھنڈا سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ وہ علم لیے جدھر جھکتا ساری فوج ہی ادھر جھک پڑتی۔ عبداللہ بن سعدؓ کا یہ حال تھا کہ اگلی صف میں کھڑے ہو کے لڑتے تھے اور علم لے کے جس طرف جا پڑتے تھے صفوں کو اُلٹ کر رکھ دیتے۔ جرجیر نے ان کی زبردستیاں دیکھیں تو اپنی فوج میں پکار کے کہہ دیا کہ جو شخص مسلمان سردار کا سر کاٹ کے لائے گا اُسے میں ایک لاکھ اشرفی انعام دوں گا اور اسی کے ساتھ اپنی بیٹی کا بیاہ کر دوں گا۔ اب سارے عیسائی شہسوار عبداللہ بن سعدؓ کی تاک میں رہنے لگے۔ وہ جس طرف بڑھتے' ساری رومی فوج اُسی طرف جھک پڑتی۔ دوسرے مسلمان سرداروں نے جب یہ دیکھا تو عبداللہ بن سعدؓ کو یوں آگے بڑھ کے لڑنے سے روکا اور خود بڑھ کے فوج کو لڑانے لگے۔ حضرت عثمانؓ کو برابر خبریں پہنچ رہی تھیں جب انہیں معلوم ہوا کہ برقہ میں عیسائیوں نے بہت بڑی فوج جمع کی ہے اور عبداللہ بن سعدؓ کو میدان میں نہ دیکھا تو پوچھا کہ عبداللہ کہاں ہیں' لوگوں نے سارا حال سنایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا' ہماری طرف سے منادی کر دو کہ جو شخص جرجیر کو قتل کرے گا اُسے ایک لاکھ اشرفی انعام ملے گی' ساتھ ہی اُسے ملک کا حاکم بنایا جائے گا اور جرجیر کی بیٹی سے اس کا بیاہ کر دیا جائے گا۔

مسلمانوں کا پلہ اگرچہ شروع سے بھاری نظر آتا تھا' لیکن عیسائیوں کو برقہ کے قلعہ کا بڑا سہارا تھا۔ جب مسلمانوں کے سامنے قدم جمانا مشکل نظر آتا' قلعہ میں جا بیٹھتے اور تیروں کا مینہ برسا دیتے۔ ایک دن دھوپ تیز ہو چلی تھی' دونوں فوجیں پلٹنے کو تھیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ ایک چھوٹا سا دستہ لے کے بجلی کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور صفیں توڑتے ہوئے اس جگہ جا پہنچے' جہاں جرجیر کھڑا فوج کو لڑا رہا تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے اُسے للکارا اور تیسرے وار میں اس کا سر کاٹ لیا۔ سردار کے مرتے ہی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور برقہ بڑی آسانی سے فتح ہو گیا۔

Marfat.com

اب جرجیر کے قاتل کی تلاش ہوئی' عبداللہ بن سعدؓ ایک ایک سے پوچھتے تھے کہ جرجیر کو کس نے قتل کیا' لیکن کوئی حامی نہ بھرتا تھا۔ آخر جرجیر کی بیٹی نے جو اپنے باپ کے مارے جانے کے وقت اس کے ساتھ موجود تھی' عبداللہ بن زبیرؓ کو پہچانا' انہوں نے یہ کہہ کے انعام لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے انعام کے لالچ میں جرجیر کو قتل نہیں کیا۔ لیکن جب لوگوں نے اصرار کیا تو مجبور ہو گئے تو جرجیر کی بیٹی سے جو ان کی بہادری دیکھ کے ان پر جی جان سے فدا ہو گئی تھی' ان کا بیاہ رچایا گیا۔ اس فتح کے بعد شمالی افریقہ کے باقی حصہ کو فتح کرنا بڑا آسان ہو گیا اور مسلمانوں نے الجزائر اور مراکش کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

اگرچہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بہت سا علاقہ فتح ہوا اور مسلمانوں کی حکومت کابل سے مراکش تک جا پہنچی۔ لیکن اس زمانے کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے جنگی بیڑا بنا کے سمندری لڑائیوں میں عیسائیوں کو نیچا دکھایا۔ امیر معاویہؓ جو شام کے حاکم تھے' مدت سے چاہتے تھے کہ جنگی جہاز بنا کے سمندر پار کے ان علاقوں پر جو روم کے بادشاہ کے قبضہ میں ہیں حملہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں انہوں نے ایک دفعہ اجازت چاہی لیکن حضرت عمرؓ نے صاف انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے پھر اجازت مانگی۔ تو انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ جو لوگ اپنی خوشی سے اس لڑائی میں شریک ہونا چاہیں انہیں کو شریک کیا جائے۔ کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ امیر معاویہؓ نے بہت سے جنگی جہاز بنوائے' اور بحیرۂ روم کے ٹاپوؤں پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ مصر کے حاکم عبداللہ بن سعدؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی جنگی جہازوں کا ایک بیڑا تیار کیا' یہ دونوں بیڑے بحیرۂ روم کے ایک جزیرہ قبرص پر جسے یورپ کے لوگ سائپرس کہتے ہیں' حملہ آور ہوئے۔ قبرص کے لوگوں نے بڑے زور کا مقابلہ کیا لیکن آخر شکست کھا کے ہتھیار ڈال دیئے اور یہ جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن قیسؓ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ وہ لڑائی میں شہید ہو گئے تو ایک اور بہادر سفیان بن عوفؓ نے علم سنبھالا اور قبرص کی فوجوں پر اس زور سے

Marfat.com

حملے کیے کہ انہیں ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

قبرص کو فتح ہوئے کوئی ڈھائی تین برس ہوئے تھے کہ روم کے بادشاہ نے پانچ سو جنگی جہازوں کا ایک بیڑا اسکندریہ پر حملہ کرنے بھیجا' جب شام اور مصر میں یہ خبریں پہنچیں تو شام سے امیر معاویہؓ نے اور مصر سے عبداللہ بن سعدؓ نے اپنے اپنے جنگی بیڑے مقابلہ پر بڑھائے۔ رومیوں کا جنگی بیڑا جس کی کمان خود روم کا بادشاہ کر رہا تھا' اس خیال سے بڑھا چلا آ رہا تھا کہ راستے میں کوئی روکنے والا نہیں' جاتے ہی اسکندریہ کی بندرگاہ میں لنگر ڈال دیں گے اور ایک ہی ہلہ میں شہر فتح کر لیں گے۔ یکایک جنگی جہازوں کے بادبان نظر آئے۔ رومی فوراً سمجھ گئے کہ مسلمانوں نے راستہ روک لیا۔ ان سے لڑے بغیر اسکندریہ تک پہنچنا ناممکن ہے پھر بھی انہیں اپنی جہازرانی پر بڑا گھمنڈ تھا اور یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ مسلمان خشکی کی لڑائی میں ہم سے جیت جائیں تو جیت جائیں' سمندری لڑائی میں تو ہرگز نہیں جیت سکتے۔ یہ سوچ کے تیر برساتے ہوئے بڑھے' اس موقع پر مسلمان ملاحوں نے بڑی ہمت اور ہوشیاری سے کام لیا۔ یعنی بڑھ کے اپنے جہازوں کو رومیوں کے جہازوں سے باندھ دیا۔ رومی سمندری لڑائی کی چالوں میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے بڑی پھرتی دکھائی' یعنی تلواریں سونت سونت کے مسلمانوں کے جہازوں میں گھس آئے اور بڑے زور کی لڑائی شروع ہو گئی۔

مسلمانوں نے اگرچہ اس سے پہلے سمندری لڑائی میں کبھی حصہ نہیں لیا تھا' لیکن اس موقع پر وہ اس طرح لڑے جیسے ان کی عمریں سمندر ہی میں لڑتے بھڑتے گزری ہیں۔ اس لڑائی میں ساری رومی فوج کٹ گئی صرف کچھ لوگ جانیں بچا بچا کے بھاگے۔ ان بھاگنے والوں میں خود روم کا بادشاہ بھی تھا جو شکست کھا کے بھاگا تو سیدھا سسلی کے جزیرہ میں پہنچا لیکن لڑائی میں ایسے زخم کھائے تھے کہ صرف تھوڑے دن زندہ رہا۔

حضرت عثمانؓ کا زمانہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے میں جب روم اور ایران سے جنگ چھڑی تو مسلمان سپاہیوں کا یہ حال تھا کہ اُن میں سے بعض کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں تھے، نہ زرہیں تھیں نہ گرز، نہ کمندیں۔ چھوٹے چھوٹے تیر تھے، تلواروں کے نیام ٹوٹے ہوئے اور بعض لوگوں نے تلواروں پر چیتھڑے لپیٹ رکھے تھے۔ جن لوگوں کے پاس گھوڑے تھے ان کے پاس گھوڑوں کا پورا سامان نہیں تھا، رسی کی باگیں، لکڑی کی رکابیں اور بعض لوگ تو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کے کالے کوسوں کے دھاوے کرتے تھے۔ ان لوگوں کی زندگی بھی سیدھی سادی تھی۔ نمدے کے تنبوؤں یا کھجوروں کے پتوں کے چھپروں میں رہتے تھے اور کھجور، پنیر، بکری کے دودھ اور اونٹ کے گوشت پر گزارہ کرتے تھے۔ جو لوگ شہروں میں آباد تھے وہ بھی زیادہ تر کچے مکانوں میں رہتے تھے، جن میں بیٹھنے کے لیے کھجور کے پتوں کی چٹائیوں کا فرش ہوتا تھا، ان کا لباس بھی سادہ ہوتا تھا، ایک لمبا سا کرتہ پہنتے تھے، جس میں ٹخنوں تک سارا جسم چھپ جاتا تھا۔ اس پر چمڑے کی ایک پٹی باندھ لیتے تھے۔ بہت ہوا تو کرتے پر اونٹ کے بالوں کا ایک فرغل ڈال لیا۔ لیکن جب شام، مصر، ایران وغیرہ فتح ہوئے تو عربوں کی حالت میں بڑا فرق آ گیا۔ اب سپاہیوں کے پاس نیام بھی تھے، ترکش بھی۔ سر پر خود تھے، جسم پر فولادی زرہیں جن پر تلوار

پڑ کے اُچٹ جاتی تھی۔ گھوڑوں پر بھاری ساز یعنی زین چار جامہ پاکھریں اور لوہے کی رکابیں۔ جگہ جگہ چھاؤنیاں اور چوکیاں قائم کر دی گئی تھیں جن میں فوجی سامان موجود رہتا تھا۔ اس کے ساتھ رہنے سہنے کے طریقوں میں بھی بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں' شہروں میں اینٹوں اور پتھروں کے مکان بننے لگے' گارے کی جگہ سُرخی اور چونے سے کام لیا جانے لگا۔ ان میں بیٹھنے کے لیے چوکیاں' غالیچے اور قالین ہوتے تھے۔ دیواروں پر پردے لٹکائے جاتے تھے اور تو اور جو لوگ خیموں میں رہتے تھے وہ بھی اپنے خیموں کو قالینوں اور پردوں سے سجانے لگے۔ پنیر اور کھجوروں کی جگہ نئے نئے کھانے آ گئے۔ جنہیں خاص خاص ترکیبوں سے پکایا جاتا تھا۔ لباس میں بھی کاٹ چھانٹ ہوئی اور شلوار اور کرتہ' عبا او قبا کا عام رواج ہو گیا۔

حضرت عمرؓ جب تک زندہ رہے' اس بات پر بڑا زور دیتے رہے کہ مسلمانوں کو سادگی قائم رکھنی چاہیے۔ چنانچہ ان کے ڈر سے لوگوں کو ایرانیوں اور رومیوں کے طور طریقے اختیار کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی لیکن حضرت عثمانؓ طبیعت کے نرم تھے' لوگوں پر سختی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے ان کے زمانہ میں مسلمانوں نے رومیوں اور ایرانیوں کی بہت سی عادتیں اختیار کر لیں۔ ایران اور شام کی عمارتوں کے نمونے پر عالی شان مکان بننے لگے۔ ان کی سجاوٹ پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جانے لگا۔ جن بزرگوں کی عمر کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرا تھا' ان میں سے بعض انتقال کر چکے تھے۔ بعض بہت بوڑھے ہو گئے تھے' اُن کی اولاد میں اُن کے بزرگوں کی سی سادگی موجود نہیں تھی۔ بہت سے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان لائے تھے۔ شام' مصر اور ایران میں آباد ہو گئے تھے۔ پھر مسلمانوں میں زیادہ تعداد روم' ایران اور مصر کے نومسلم باشندوں کی تھی جو اسلام کو پوری طرح نہیں سمجھتے تھے۔ وہ بہت سی باتوں میں اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے تھے اور جو عرب ان علاقوں میں آباد ہو گئے تھے وہ بھی بہت سی باتوں میں انہیں لوگوں کی نقل کرتے تھے۔

شام اور عراق میں قدرت نے چپے چپے پر چمن کھلائے ہیں' کہاں عرب کے ریتلے میدان جن میں کہیں کہیں کوئی نخلستان نظر آ جاتا ہے اور کہاں عراق' شام' مصر وغیرہ کی پُر بہار وادیاں اور زرخیز میدان۔ اس لیے اکثر لوگ چاہتے تھے کہ عرب کو چھوڑ کے ان ملکوں میں جا بسیں۔ قریش کے سردار جو مدینہ میں آباد تھے' اُن کی بھی آرزو تھی لیکن حضرت عمرؓ انہیں مدینہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے۔ جب کوئی شخص ان سے شام یا عراق میں آباد ہونے کی اجازت چاہتا۔ وہ یہ کہہ کے روک دیتے کہ تم لوگوں کے اکیلے کی وجہ سے مسلمانوں میں ایکا ہے۔ تم الگ الگ شہروں میں جا بسے تو تمہارے خیالات میں اختلاف پیدا ہوگا اور تمہارے اختلاف کی وجہ سے مسلمان چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ عمرو بن عاصؓ نے جن کی تدبیروں سے مصر فتح ہوا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو لکھا کہ فسطاط کے شہر کی آب و ہوا مجھے پسند نہیں۔ اجازت ہو تو میں فسطاط میں مکان بنا لوں۔ انہوں نے جواب دیا' مدینہ میں تمہارا مکان موجود ہے ایک مکان کے ہوتے ہوئے تمہیں دوسرے مکان کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت عثمانؓ کی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے یہ رکاوٹ نہ رہی اور قریش کے سردار جن میں ابھی تک خاندان کا غرور باقی تھا۔ شہروں میں بکھر گئے' دولت کا مینہ برس رہا تھا۔ روپے پیسے کی کوئی کمی نہ تھی' روم اور ایران کی خوبصورت عمارتوں کے ڈھنگ پر مکان بنے' جائیدادیں خریدی گئیں۔ خوشامدی مصاحب جمع ہوئے' جنہوں نے تعریفیں کر کر کے حوصلے بڑھائے۔ اسلام نے عربوں کی پُرانی رنجشوں کو دبا دیا تھا۔ اس زمانے میں یہ پرانی دشمنیاں پھر اُبھریں۔ بھولی بسری رنجشیں یاد آئیں اور آپس میں جھگڑے ہونے لگے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے روپے جمع کر کے شام' مصر' عراق اور ایران میں بڑی بڑی جائیدادیں خرید لی تھیں اور شاہانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن بہت سے لوگوں کا یہ حال تھا کہ جو ہاتھ آیا' خرچ کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں میں امیر غریب کا فرق نظر نہیں

Marfat.com

آ تا تھا۔دس بیس ہزار مسلمان بھی ایک جگہ جمع ہوتے تھے تو کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان میں افسر کون ہے اور معمولی سپاہی کون لیکن اب امیر غریب کا فرق صاف نظر آنے لگا۔

جن لوگوں نے دولت جمع کر رکھی تھی وہ محلوں میں رہتے تھے اور دولت کے گھمنڈ میں زمین پر پاؤں نہیں رکھتے تھے۔جنہوں نے دولت کو ڈھلتی پھرتی چھاؤں سمجھا تھا اور روپے پیسے کی قدر نہ کی تھی ان کی زندگی فقر وفاقہ میں بسر ہوتی تھی۔ان لوگوں کو یہ بات اچھی طرح یاد تھی کہ جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو انصار نے انہیں اپنی آدھی دولت بانٹ دی تھی۔اس لیے اس زمانہ میں بھی یہ شور مچا کہ دولت مندوں کو اپنی دولت غریبوں میں بانٹ دینی چاہیے تاکہ مسلمانوں میں دولت کی وجہ سے جو اونچ نیچ پیدا ہوگئی ہے۔وہ مٹ جائے‘ حضرت ابوذر غفاریؓ بڑے اونچے درجے کے صحابیؓ تھے اور برسوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے تھے۔اُن کا بھی یہی خیال تھا حضرت عثمانؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابوذرؓ لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں بلکہ انہوں نے تو جوش میں آ کے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر امیر لوگ یوں ہی دولت جمع کرتے رہیں تو غریبوں کو چاہیے کہ انہیں لوٹ لیں تو حضرت ابوذرؓ کو شام سے مدینہ بلوا کے زندہ بھیج دیا جو مدینہ سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔وہ ربذہ میں تنہائی اور بے کسی کی زندگی بسر کرتے رہے۔آخر وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

Marfat.com

بغاوت

حضرت عثمانؓ اپنے خاندان کے لوگوں سے بہت اچھی طرح پیش آیا کرتے تھے۔ حکم بن العاص ان کے چچا نے مسلمانوں کو بہت دکھ دیئے تھے اور تو اور خود حضرت عثمانؓ بھی اُس کے ظلم سے نہ بچ سکے۔ یعنی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حکم نے انہیں رسیوں سے باندھ کے پیٹا اور قید رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کی حرکتوں سے ناراض ہو کے اُسے مدینہ سے طائف میں جلاوطن کر دیا لیکن حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو خون نے جوش مارا اور انہوں نے حکم کو پھر مدینہ میں بلا لیا بلکہ اس کے بیٹے مروان سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی۔ مروان حضرت عثمانؓ کا خاص مشیر تھا اور وہ اکثر باتوں میں اس کے مشورہ پر چلتے تھے۔ یہ بات مسلمانوں کو بہت ناگوار گزری اور ہر طرف یہی چرچے ہونے لگے۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ سے یہ شکایت بھی تھی کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے ہیں۔ سلطنت کے پانچ بڑے صوبے ہیں جن میں چار اُن کے رشتہ داروں کے قبضہ میں ہیں۔ بعض لوگوں نے جو یوں تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن اصل میں مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ ان باتوں کو ایسا پھیلایا کہ لوگ بھڑک اُٹھے۔

مدینہ میں نہ کوئی فوج تھی نہ لڑائی بھڑائی کا سامان تھا۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی مدینہ میں کم رہ گئے تھے۔ کیونکہ انصار اور مہاجرین میں سے بہت سے لوگ دوسرے ملکوں

Marfat.com

میں پھیلے ہوئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے خاندان کے لوگ جوان کے مشیر تھے' انہیں یہی مشورہ دیتے تھے کہ جو لوگ فساد پھیلا رہے ہیں انہیں سخت سزائیں دی جائیں تو یہ فتنہ خود بخود دب جائے گا۔ لیکن حضرت عثمانؓ کو یہ بات گوارا نہ تھی (ایک دفعہ کوفہ' بصرہ اور مصر سے بہت سے لوگ اپنی اپنی شکایتیں لے کے مدینہ پہنچے۔ حضرت عثمانؓ اُن کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئے' ان کی شکایتیں سنیں پھر مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور ایک تقریر کی۔ جس میں ان سب اعتراضوں کا جواب دیا گیا تھا جو ان پر کیے جاتے تھے۔ سب لوگ بظاہر مطمئن ہو کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لیکن فساد کی آگ جو بظاہر دب گئی تھی اندر ہی اندر برابر سلگ رہی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر مصر' کوفہ اور بصرہ کے لوگ اکٹھے ہو کے مدینہ آئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر بھی سب لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے ایک پُر زور تقریر کی اور کہا کہ لوگوں کو مجھ سے شکایت ہے کہ میں مروان کے مشورہ پر چلتا ہوں۔ آئندہ میں مروان کی بات نہیں سنوں گا اور آپ لوگوں کی شکایتیں دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ مجھے معاف کرے' یہ کہتے ہوئے اُن کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور حاضرین بھی رو پڑے۔

اس تقریر کا بڑا اچھا اثر ہوا اور لوگ واپس چلے گئے جو لوگ مصر سے آئے تھے' وہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر پہنچے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا' جو مدینہ کی طرف سے آ رہا تھا۔ انہیں اُس کی چال ڈھال سے کچھ شبہ ہوا۔ تلاشی لی تو ایک خط نکلا جو مصر کے حاکم کے نام تھا' خط میں لکھا تھا کہ جو لوگ مدینہ سے مصر واپس آ رہے ہیں ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر موجود تھی۔ اس لیے لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ خط حضرت عثمانؓ ہی نے لکھا ہے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مروان کی شرارت ہے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کی مہر اُسی کے پاس رہتی تھی' چنانچہ یہ لوگ رستے سے پلٹ کے مدینہ پہنچے اور مدینے کی گلیاں پھر ان کے نعروں سے گونج اُٹھیں)

حضرت عثمانؓ کی شہادت

حضرت علیؓ شروع سے اس فتنہ کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ انہوں نے ایک طرف فسادیوں کو سمجھایا' دوسری طرف حضرت عثمانؓ کو نیک مشورے دیئے' لیکن جب مصر کے لوگ راستے سے پلٹ کر مدینہ پہنچے اور ان سے مل کے خط کا حال سنایا تو انہوں نے کہا میں اس جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ حضرت علیؓ کو اس بات کا تو یقین تھا کہ حضرت عثمانؓ نے یہ خط ہرگز نہیں لکھا کیونکہ وہ بڑے رحمدل شخص ہیں اور کسی پر سختی کرنا نہیں چاہتے لیکن جب تک کوئی ثبوت موجود نہ ہو یہ کہنا مشکل تھا کہ خط لکھنے والا کون تھا؟ مصری ابھی مدینہ میں پہنچے ہی تھے کہ کوفہ اور بصرہ کے لوگ بھی آ پہنچے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تم لوگوں کے راستے الگ الگ تھے پھر تم سب کس طرح راستے سے لوٹ آئے۔ وہ لوگ اس کا جواب نہ دے سکے۔

اب یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور انہیں خط دکھا کے کہا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم تک نہیں یہ سن کے انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت علیؓ ان دنوں مدینہ سے باہر تھے۔ انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا حضرت طلحہؓ کے فرزند محمدؒ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے عبداللہ اور بہت سے اور لوگ بھی

Marfat.com

حفاظت کے لیے موجود تھے۔ دونوں فریقوں میں جھڑپیں بھی ہوتی رہیں اور دونوں کے کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔ ایک جھڑپ میں مروان جس کی وجہ سے فساد پھیلا تھا ایسا زخمی ہوا کہ زندگی کی امید ہی نہیں رہی۔ حضرت حسنؓ بھی زخمی ہوئے۔

یہ لوگ پورے چالیس دن حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیرے پڑے رہے۔ بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ آپ باہر نکل کے باغیوں کا مقابلہ کیجئے۔ سب لوگ آپ کا ساتھ دیں گے لیکن وہ اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔

باغیوں نے جب دیکھا کہ مکان کے پھاٹک پر لوگ پہرہ دے رہے ہیں۔ جب تک انہیں ہٹایا نہ جائے گا۔ مکان میں داخل ہونا ناممکن ہے تو وہ مکان کی دیوار پھاند کے اندر پہنچے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ جب انہیں شہید کیا گیا تو وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ واقعہ 18 ذی الحجہ 35ھ کا ہے۔ موت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر 82 سال کی تھی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سن کے لوگ سناٹے میں آ گئے۔ کسی کے وہم وگمان میں یہ بات نہیں تھی کہ باغی ایسی حرکت کریں گے۔ حضرت علیؓ مسجد سے نکل کے حضرت عثمانؓ کے مکان کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں یہ خبر انہیں ملی انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کے فرمایا۔

''خدایا میں عثمانؓ کے قتل سے بری ہوں۔'' پھر جو لوگ حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مقرر کیے گئے تھے' انہیں بلا کے سخت سست کہا۔ خاص طور پر حضرت حسنؓ پر بہت ناراض ہوئے اور انہیں سرزنش کی۔ دوسرے صحابیوںؓ نے سنا تو بعض سناٹے میں آ گئے۔ بعض دھاڑیں مار مار کے رونے لگے اور تو اور جن لوگوں کو حضرت عثمانؓ سے کچھ شکایتیں بھی تھیں وہ بھی ان کی مظلومی پر آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت عثمانؓ جمعہ کے دن تیسرے پہر شہید ہوئے۔ باغی مدینہ پر کچھ اس طرح چھائے ہوئے تھے کہ ان کے خوف سے کسی کو ان کا جنازہ اٹھانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔

Marfat.com

سنیچر کی رات کو کچھ لوگوں نے ہمت کر کے جنازہ اٹھایا۔ جنت البقیع میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہیں انہیں دفن کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ برس خلافت کی وہ نہایت نیک شخص تھے۔ ان کی طبیعت کی نرمی کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص انہیں سخت بات بھی کہہ بیٹھتا تو وہ غصہ میں نہیں آتے تھے بلکہ بڑی نرمی سے جواب دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے عاقبت کا خیال رہتا تھا۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔ قبرستان کی طرف گزر ہوتا تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔

شروع سے وہ بڑے خوشحال شخص تھے۔ مدینہ آنے کے بعد تو اللہ نے ان کے کاروبار میں اتنی برکت دی کہ وہ عرب کے سب سے بڑے دولت مند شخص سمجھے جانے لگے۔ اسی لیے وہ غنی یعنی دولت مند کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ باہر کے ملکوں سے ان کی بڑی تجارت تھی عرب کی پیداوار باہر بھیجتے تھے۔ باہر سے مال منگواتے تھے۔ خیبر میں ان کی کچھ زمین بھی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی کئی جائیدادیں خریدی تھیں۔ اپنی خلافت کے زمانے میں انہوں نے مسجد نبوی ﷺ کے پاس ایک عالی شان مکان بنوایا جس کے ہم پایہ کوئی عمارت مدینہ بھر میں نہیں تھی۔ یہ عمارت اب بھی موجود ہے اور قصر سیدنا عثمانؓ کہلاتی ہے' اس عمارت کے ایک حصہ میں کتب خانہ ہے جو کتب خانہ سیدنا عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد کے پچھواڑے ایک گلی ہے اس کے دوسری طرف ایک مکان ہے جو مشہد سیدنا عثمانؓ کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ یہیں شہید ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں یہ سارا ایک ہی مکان تھا آگے چل کے جب مدینہ کی عمارتوں میں تبدیلیاں ہوئیں تو اس مکان کے بھی کئی حصے ہو گئے۔

ان کے گھر میں بیسیوں لونڈی غلام تھے لیکن اپنا کام خود کرتے تھے۔ ان کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے تاکہ آگے چل کے غلامی کی رسم ہی سرے سے مٹ جائے چنانچہ وہ جو آپ کھاتے تھے غلاموں

Marfat.com

کو وہی کھلاتے تھے اور ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری بھی کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کو ضرورت کے وقت بڑی بڑی رقمیں دیتے تھے اور اکثر واپس نہیں لیتے تھے جب انہیں خلافت ملی تو وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لیے غذا ہلکی اور زود ہضم کھاتے تھے تاہم ان کے دستر خوان پر بہت سے لوگ موجود ہوتے تھے۔

دن کے وقت وہ خلافت کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے' رات کو عبادت کرتے تھے کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ عام طور پر دوسرے تیسرے دن روزے رکھتے' کبھی کبھی مہینوں لگا تار روزے رکھتے تھے۔ صرف رات کو تھوڑا سا کھانا کھا لیتے تھے۔ ہر سال حج کرتے تھے۔ امیر حج بھی ہوتے تھے خاص طور پر خلیفہ مقرر ہونے کے بعد ہر سال باقاعدگی سے حج کرتے رہے۔

عزیزوں' رشتہ داروں سے ان کا سلوک بہت اچھا تھا۔ حکم بن العاص ان کا چچا تھا اور چچا بھی ایسا ظالم جس کے ظلم سے مجبور ہو کے وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے جلا وطن کر کے طائف بھیج دیا تو حضرت عثمانؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس کے قصور کی معافی کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تو وہ مدینہ نہ آ سکا لیکن جب عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اسے مدینہ بلوا کے اپنی جیب سے اسے ایک لاکھ درہم دیئے پھر اس کے بیٹے مروان سے اپنی صاحبزادی کی شادی کی تو جہیز میں ایک لاکھ درہم دیئے لیکن اپنے عزیزوں سے ان مہربانیوں کا نتیجہ اچھا نہ نکلا اور بہت سے مسلمان ان کے مخالف ہو گئے اور خود حضرت عثمانؓ کے بعض عزیزوں نے ان کی مہربانیوں سے فائدہ اٹھا کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی چنانچہ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے میں مروان کا بڑا حصہ تھا۔

حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ سے شادی کی۔ اس لیے وہ ذوالنورین یعنی "دو نور والا" کے لقب سے

Marfat.com

سے مشہور ہیں۔ حضرت رقیہؓ نے خاوند کے ساتھ بڑی مصیبتیں اٹھائیں چنانچہ جب حضرت عثمانؓ کے لیے رشتہ داروں کے ظلم کی وجہ سے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو وہ حضرت رقیہؓ کو ساتھ لے کے حبشہ چلے گئے اور وہاں کئی برس رہے جب بدر کی لڑائی چھڑی تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں۔ حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں رہنا پڑا۔ اس لیے بدر کے معرکے میں شریک نہ ہو سکے۔ جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں نے فتح پائی تو حضرت رقیہؓ کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا۔ حضرت رقیہؓ سے صرف ایک بیٹا ہوا جس نے بچپن ہی میں وفات پائی۔

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو اس بات کا بڑا افسوس رہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے جو تعلق قائم ہو گیا تھا' وہ نہ رہا۔ آنحضرت ﷺ نے دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ سے ان کی شادی کر دی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ دوسری بیویوں سے کئی صاحبزادیاں اور صاحبزادے ہوئے جن میں عمروؓ، خالدؓ، ابانؓ، عمرؓ، مریمؓ، ولیدؓ، سعیدؓ اور عائشہؓ مشہور ہیں۔ ان میں سے بھی سب سے زیادہ شہرت ابانؓ نے پائی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے فضائل

یوں تو آنحضرت ﷺ کے صحبت پائے سبھی صحابہؓ اخلاق و حیا میں اپنی نظیر آپ تھے لیکن حضرت عثمانؓ شرم و حیا میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ میرے پاس سے گزرے تو مجھ سے ایک فرشتہ نے کہا کہ مجھے ان سے شرم آتی ہے کیونکہ قوم اُن کو شہید کر دے گی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ میرے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ میری چادر آپ کے اوپر پڑی تھی کہ میرے ابا جان حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی اور آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ آپ جس کام سے آئے تھے اس سے فارغ ہو کر چلے گئے تو پھر حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اسی حالت میں ان کو بھی اجازت دے دی پھر جب وہ بھی جس ضرورت سے آئے تھے فارغ ہو کر چلے گئے تو حضرت عثمانؓ نے آنے کی اجازت چاہی تو حضرت محمد ﷺ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لیے اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے کپڑے سمیٹ لو۔ میں نے ان کے واپس جانے پر دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' اے عائشہؓ عثمانؓ بڑا شرمیلا آدمی ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ اسی حالت میں اگر میں اس کو بلا لوں گا تو شرم کی وجہ سے اپنی ضرورت ظاہر نہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جس طرح عثمان ؓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حیا کرتے ہیں۔ فرشتے ان سے حیا کرتے ہیں' حضرت امام حسن ؓ کے سامنے جب آپ کی حیا کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کبھی آپ نہانا چاہتے تھے تو دروازہ بند کر کے کپڑے اتارنے میں اس قدر شرماتے کہ پیٹھ سیدھی نہ کر سکتے تھے۔

سخاوت میں بھی آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا یعنی سب سے زیادہ راہ اللہ میں خرچ کرنے والے آپ ہی تھے چنانچہ تبوک کی لڑائی کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے عام مجمع میں لشکر کے سامان کے لیے چندہ کی آواز لگائی تو مجمع میں سے سب سے پہلے حضرت عثمان ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے میں پیش کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دعا دی اس کے بعد پھر آواز لگائی کہ اور کون ہے جو اس خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے تو پھر حضرت عثمان ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دو سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے میں پیش کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی اور پھر آواز لگائی کہ اب کون ہے جو اس ثواب عظیم میں حصہ لیتا ہے تو پھر حضرت عثمان ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تین سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے میں پیش کرتا ہوں۔ ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن خباب ؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ممبر سے اتر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس کے بعد عثمان ؓ کچھ ہی کریں۔ عثمان ؓ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت ہوگی۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ ؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان ؓ ہوگا۔

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی ؓ ابو طالب کے چھوٹے بیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی تھے جب وہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ تیسویں برس میں تھے۔ وہ پانچ برس کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' مکہ میں اٹھارہ برس آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے' مدینہ آئے تو یہاں بھی آپ ﷺ ہی کے پاس رہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی پرورش نبوت کی گود میں ہوئی تھی۔

آپ ﷺ کو غسل دینے' کفن پہنانے اور لحد میں اتارنے کی سعادت بھی حضرت علی ؓ ہی کو نصیب ہوئی۔

حضرت علی ؓ نے پونے پانچ برس خلافت کی' رمضان 40ھ کی سترھویں تاریخ کو شہید ہوئے۔ اس وقت آپ ؓ کی عمر 63 برس تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائی زندگی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو قریش کا قبیلہ دس خاندانوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر خاندان کے سردار کے ذمے الگ الگ کام تھے۔ کوئی جھگڑے چکاتا اور مقدموں کے فیصلے کرتا تھا' کوئی حاجیوں کو پانی پلاتا' کسی کے پاس قریش کا جھنڈا رہتا تھا قریش سے کسی دوسرے قبیلے کی لڑائی ہو جاتی تھی' تو وہ جھنڈا ہاتھ میں لیے فوج کے آگے ہوتا تھا۔ کوئی ایلچی بن کے دوسرے قبیلوں کے پاس جاتا تھا اور جن گتھیوں کو تلوار سلجھا نہ سکتی تھی' انہیں اپنی عقل اور تدبیر سے بڑی آسانی کے ساتھ سلجھا لیتا تھا۔ ان میں ہاشم کا گھرانہ بہت اونچا سمجھا جاتا تھا۔ عرب میں قریش کی عزت اس وجہ سے تھی کہ مکہ میں پرانے زمانے سے ایک مسجد چلی آتی ہے۔ جسے خانہ کعبہ کہتے ہیں' اس مسجد کے انتظام میں یوں تو قریش کے سارے خاندان شریک تھے لیکن اس کا اصل انتظام ہاشم کے گھرانے کا ہاتھ میں تھا۔ اسی گھرانے کے لوگ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے' کعبہ کی دیکھ بھال کا کام بھی وہی کرتے تھے۔

ہاشم کے گھرانے کے سردار رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب تھے جب ایک حبشی سردار ابرہہ جو یمن کا حاکم تھا۔ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے ہاتھیوں کی فوج لے کے آیا تو سارے قریش مکہ کے آس پاس کے پہاڑوں میں جا چھپے تھے اور عبدالمطلب کعبہ

Marfat.com

میں اکیلے رہ گئے تھے۔ اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب یہ فوج کعبہ کی طرف بڑھی تو اُس پر ایسی تباہی آئی کہ ابرہہ اور اُس کے ساتھی ہاتھیوں سمیت ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں کے دلوں میں عبدالمطلب کی قدر زیادہ ہو گئی اور قریش کے سارے خاندان پہلے سے زیادہ اُن کی عزت کرنے اور انہیں اپنا سردار ماننے لگے۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے' جن میں عبداللہ' حمزہ' عباس' ابوطالب اور ابولہب بہت مشہور ہیں۔ عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے والد تھے لیکن ابھی رسول اللہ ﷺ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ نے وفات پائی آپ ﷺ کی عمر چھ برس کی تھی کہ ماں کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا اور عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔ دو برس بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ یہ سہارا بھی جاتا رہا۔ یعنی عبدالمطلب نے وفات پائی' وہ مرتے دم آپ ﷺ کو ابوطالب کے سپرد کر گئے تھے۔ ابوطالب بڑے شفیق چچا تھے۔ آپ ﷺ پر جان دیتے اور اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے۔ پچیس برس کی عمر تک رسول اللہ ﷺ چچا کے ساتھ ہی رہے پھر ان کی اجازت سے مکہ کی ایک شریف اور نیک خاتون حضرت خدیجہؓ سے شادی کر لی اور الگ رہنے لگے۔

حضرت علیؓ ابوطالب کے چھوٹے بیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ تیسویں برس میں تھے۔ حضرت علیؓ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھے۔ اُن کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد ابوطالب کے چچا کی بیٹی تھیں۔ ان نیک بی بی نے بڑی محبت اور پیار سے اُن کی پرورش کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بھی انہیں ماں کی طرح جانتے اور اُن کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے خاصی عمر پائی ہجرت کر کے مدینہ گئیں اور وہیں انتقال کیا' کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اُن کے جنازہ پر گئے سرہانے بیٹھ کے کہنے لگے۔ اے میری ماں اللہ تجھ پر رحم کرے تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی' تو آپ بھوکی رہتی تھی اور مجھے کھلاتی تھی' تو ننگی رہتی اور مجھے پہناتی تھی۔

ابوطالب کا کنبہ بہت بڑا تھا۔ اس لیے بڑی تنگی ترشی میں گزر ہوتی تھی۔ ایک

Marfat.com

مرتبہ ملک میں قحط پڑا اور ابو طالب کی زندگی بڑی مصیبت اور پریشانی میں گزرنے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دوسرے چچا عباسؓ سے کہا کہ اس حالت میں ہم کو ابو طالب کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو گود لے لیا۔ اُس وقت اُن کی عمر پانچ برس کی تھی چنانچہ وہ پانچ برس کی عمر سے برابر آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان کی پرورش میں حضرت خدیجہؓ کا بھی بڑا حصہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت کا رتبہ ملا' تو حضرت علیؓ کی عمر دس گیارہ برس کی تھی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے نماز کا مطلب سمجھایا اور اسلام کی تلقین کی چنانچہ حضرت علیؓ بھی مسلمان ہو گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اللہ نے نبوت کا درجہ عطا کیا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائی تھیں۔ ان کے بعد تین بزرگوں یعنی حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔ یہ تینوں ساتھ ساتھ ایمان لائے تھے' اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے پہلے کس کو یہ عزت نصیب ہوئی۔

Marfat.com

مکی زندگی کے تیرہ برس

حضرت علیؓ اسلام لانے کے بعد تیرہ برس مکہ ہی میں رہے۔ ان کے والد ابوطالب نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ بڑے نیک شخص تھے۔ ان دنوں مکہ میں شراب خوری کا بڑا زور تھا۔ گھر گھر شراب کشید ہوتی تھی' لوگ کھلے بندوں پیتے تھے اور اپنی شراب خوری کے قصے بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے لیکن ابوطالب نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک دن انہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا پوچھا تم یہ کیا کر رہے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے نماز کی حقیقت اور اسلام کے موٹے موٹے اصول بیان کرنے کے بعد کہا' چچا آپ بھی اسلام قبول کر لیجئے' ابوطالب کہنے لگے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا البتہ تم جس طرح چاہو اللہ کی عبادت کرو' میں تمہیں روکوں گا بھی نہیں۔ ابوطالب خود تو مسلمان نہ ہوئے۔ البتہ انہوں نے مسلمانوں کی حمایت میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ کافروں نے جب کبھی مسلمانوں کو ستانا چاہا ابوطالب نے انہیں روک دیا۔ مسلمانوں کی حمایت میں خود انہیں بھی بہت سی مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔

شروع شروع میں مسلمان چھپ چھپ کے نمازیں پڑھتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ بھی چپکے چپکے ہوتی تھی۔ حج کے دنوں میں جب مکہ میں عرب بھر کے لوگ جمع ہوتے تھے آنحضرت ﷺ ان سے مل کے انہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ ان موقعوں پر حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت علیؓ کو بتوں سے سخت نفرت تھی جب کبھی موقع

Marfat.com

ہاتھ آتا تھا' بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالتے تھے۔ اسلام تین برس تک تو یوں ہی پھیلتا رہا۔ چوتھے برس کے شروع میں آنحضرت ﷺ نے کھلم کھلا اسلام کا وعظ کہنا شروع کیا۔ آپ نے پہلے اپنے قبیلے کے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت کا انتظام حضرت علیؓ کے سپرد تھا۔ اس وقت ان کی عمر مشکل سے چودہ برس کی تھی پھر بھی انہوں نے بہت اچھی طرح دعوت کا انتظام کیا تھا۔ اس موقع پر کوئی چالیس آدمی دعوت میں شریک تھے۔ لوگ کھا چکے تو آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کی اور اسلام کی خوبیاں بیان کر کے کہا تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے۔ سب لوگ چپکے بیٹھے رہے اتنے میں حضرت علیؓ اٹھے اور کہنے لگے اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میری آنکھیں دکھتی ہیں لیکن میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ آپ نے پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا لیکن کسی نے جواب نہ دیا حضرت علیؓ پھر اٹھے اور وہی الفاظ کہے' آنحضرت ﷺ نے انہیں پھر بٹھا دیا۔ جب تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنے کنبے کے لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور کسی نے جواب نہ دیا تو حضرت علیؓ پھر اُٹھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور وارث ہے۔

اب قریش نے مسلمانوں کو طرح طرح کے دکھ دینے شروع کیے لیکن اسلام آہستہ آہستہ برابر پھیلتا گیا۔ انہیں دنوں حضرت حمزہؓ جو آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ دونوں کے چچا تھے' مسلمان ہو گئے۔ وہ بڑے بہادر شخص تھے اور ان کی بہادری کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی' اس لیے ان کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ ہاشم کے گھرانے میں سے زیادہ لوگ تو مسلمان نہیں ہوئے تھے پھر بھی یہ لوگ مسلمانوں کی طرفداری کرتے رہتے تھے اور جہاں تک بن پڑتا تھا قریش کے ظلم سے انہیں بچاتے تھے۔ اس معاملہ میں ابوطالب سب سے آگے تھے جب قریش کا ظلم بہت بڑھ گیا تو کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبش چلے گئے۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ ہجرت کرنے والوں کے اس قافلہ کے سردار تھے۔

قریش نے جب دیکھا کہ ابوطالب آنحضرت ﷺ کا ساتھ دے رہے ہیں اور ان کے ساتھ ہاشم کے گھرانے کے سب لوگ آپ ﷺ کی طرفداری کر رہے ہیں تو

Marfat.com

انہوں نے فیصلہ کیا کہ جب تک ابو طالب آنحضرتﷺ کی مدد سے باز نہیں آتے بنو ہاشم سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے اور ان سے میل جول لین دین بالکل بند کر دیا جائے۔ سارے بنی ہاشم نے ایک گھاٹی میں پناہ لی جو ابو طالب کی گھاٹی کہلاتی ہے۔ قریش نے اس بات کا بڑا انتظام کر رکھا تھا کہ اس گھاٹی میں اناج کا دانہ تک نہ پہنچنے پائے۔ آنحضرتﷺ، علیؓ، حضرت حمزہؓ، ابو طالب اور ہاشم کے گھرانے کے دوسرے لوگوں نے اس گھاٹی میں بڑے مصیبت سے تین برس گزارے۔ مسلمان جانوں پر کھیل کے کھانے پینے کی چیزیں پہنچاتے تھے اور کبھی کبھی کئی کئی وقت فاقے کرنے پڑتے تھے اور ہاشم کے خاندان کے بچے درختوں کے پتے کھا کھا کے گزارہ کرتے تھے۔ آخر کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کے قریش کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دیا اور بنو ہاشم گھاٹی سے نکل کے اپنے اپنے گھروں میں آ بسے۔ اس واقعے کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ابو طالب نے وفات پائی۔ دراصل انہوں نے تین برسوں میں ایسے ایسے صدمے اٹھاتے تھے' جنہوں نے انہیں بالکل نڈھال کر دیا تھا ابھی یہ صدمہ تازہ تھا یعنی ابو طالب کے انتقال کو چوتھا دن ہوا تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے بھی دنیا سے رحلت کی یہ دونوں واقعات نبوت کے نویں برس میں پیش آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت انیس برس کی تھی۔

حضرت علیؓ اپنے والد کی وفات کے بعد صرف چار برس مکہ میں رہے۔ یہ چار برس سارے مسلمانوں نے بڑی مصیبت میں گزارے۔ ابو طالب کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں رہا تھا۔ اس لیے کفار بے کھٹکے مسلمانوں کو ستانے اور انہیں دکھ دینے کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں سوچتے رہتے تھے۔ ان دنوں مدینہ کی بستی میں جو مکہ سے دو سو میل کے فاصلے پر ہے' اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ مدینہ کے لوگوں کی آرزو تھی کہ آنحضرتﷺ اپنے ساتھیوں سمیت ان کے شہر میں آ بسیں۔ نبوت کا تیرھواں برس تھا اور حضرت علیؓ کی عمر 23 سال کی تھی کہ آنحضرتﷺ کو اللہ کی طرف سے مدینہ جانے کا حکم ملا اور حضرت علیؓ کو بھی اپنے باپ دادا کے وطن سے نکلنا پڑا۔

مدینہ میں

مدینہ والوں کی طرف سے اصرار تھا کہ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ خود تو نہیں گئے البتہ صحابہؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ کچھ دنوں میں مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا اور اس شہر میں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے۔ قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ کے بڑے بڑے سردار مسلمان ہو چکے ہیں ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ سارے مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ چلے گئے تو انہیں بہت غصہ آیا آخر مکہ کے سارے بڑے بوڑھے اور قبیلوں کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ صلاح ٹھہری کہ ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر سپاہی لیا جائے یہ سب رات بھر محمد ﷺ کے مکان کو گھیرے رہیں۔ صبح کے وقت وہ نماز پڑھنے نکلیں تو سب تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔

جس رات ادھر یہ کھچڑی پک رہی تھی۔ اسی رات رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے مدینہ جانے کا حکم ملا۔ آپ ﷺ کے پاس مکہ کے اکثر لوگ اپنی امانتیں رکھ جایا کرتے تھے۔ بہت سی امانتیں پڑی تھیں، جن کا ان کے مالکوں تک پہنچانا ضروری تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کہ وہ سب امانتیں ان کے سپرد کیں پھر انہیں اپنے بچھونے پر سلا کے مدینہ روانہ ہوئے۔ اندھیری رات، سنسان مکان، باہر ہر طرف ننگی تلواریں لیکن حضرت

Marfat.com

علیؓ کے ماتھے پر بل تک نہ پڑا اور وہ اسی طرح چادر تان کے سو رہے جیسے کوئی خطرہ کی بات ہی نہیں۔

قریش ساری رات ہاتھوں میں تلواریں لیے پہرہ دیتے رہے اتنے میں پو پھٹی مشرق کی طرف سے نور چاروں طرف پھیلا اور مکہ کے آس پاس کی پہاڑیاں اور اونچے اونچے مکان صاف نظر آنے لگے لیکن رسول اللہ ﷺ کا کہیں اتا پتا ہی نہ تھا۔ اب تو کافر گھبرائے سب کی رائے یہ ہوئی کہ اب انتظار کرنا بے سود ہے' مکان کے اندر گھس پڑو مکان میں قدم رکھا تو آنحضرت ﷺ کے بچھونے پر حضرت علیؓ کو پایا بہت جھنجھلائے حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ لے جا کے قید کر دیا لیکن پھر خود ہی چھوڑ بھی دیا۔

حضرت علیؓ نے لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کیں۔ اس کام سے فارغ ہو چکے تو مدینہ چلے۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں مدینہ کے ایک بزرگ حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ وہیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کرا دیا تھا یعنی ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بلا کے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا لیکن آپ نے حضرت علیؓ کو کسی انصاری کا بھائی نہیں بنایا بلکہ فرمایا کہ علیؓ اور میں بھائی بھائی ہیں۔

مدینہ میں آنحضرت ﷺ سات مہینے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں رہے۔ اسی زمانے میں مسجد نبوی ﷺ تعمیر ہوئی۔ حضرت علیؓ بھی مسجد کی تعمیر میں شریک تھے اور اینٹیں اور گارا اٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔ مسجد کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کے رہنے کے لیے حجرے تعمیر ہوئے۔ حضرت علیؓ بھی یہیں اٹھ آئے۔ وہ پانچ برس کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے مکہ میں اٹھارہ برس آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ مدینہ آئے تو یہاں بھی آپ ﷺ ہی کے پاس رہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی پرورش نبوت کی گود میں ہوئی تھی' اس لیے ان کے دل پر اسلام کا نقش بڑا گہرا تھا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دل میں پوری طرح گھر کر گئی تھی۔ وہ قرآن کے نکتے خوب سمجھتے تھے اور اگرچہ ان کی عمر

Marfat.com

زیادہ نہ تھی پھر بھی کوئی جھگڑا آ پڑتا تھا تو ایسا فیصلہ کرتے کہ لوگ دنگ رہ جاتے تھے۔

ان دنوں عرب میں بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن حضرت علیؓ نے بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی جانب سے جو خط لکھے جاتے تھے۔ وہ انہیں کے قلم سے نکلتے تھے۔ ان کی زبان میں عجب مٹھاس تھی' باتیں کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ تقریر کرنے کھڑے ہوتے تھے تو ان کی زبان موتی رولے چلی جاتی تھی۔

Marfat.com

بدر اور اُحد

مدینہ آنے کے بعد کافروں سے مسلمانوں کی جھڑپیں شروع ہو گئیں تھیں لیکن سب سے پہلا معرکہ جس نے قریش کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ بدر کی لڑائی تھی اس لڑائی نے حضرت علیؓ کی بہادری کی دھاک ہر طرف بٹھا دی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ نرے زبان و قلم ہی کے دھنی نہیں ہیں بلکہ ان کی تلوار میں بلا کی کاٹ اور روانی ہے۔

حضرت علیؓ کا قد میانہ تھا لیکن دہرا بدن تھا' بھرے ہوئے بازو چوڑا سینہ اس لیے دیکھنے والے ان کا قد چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی رنگت گندمی تھی' گھنی ڈاڑھی' بازوؤں اور پنڈلیوں پر بھی بڑے گھنے اور لمبے بال تھے۔ کندھے کی ہڈی بہت چوڑی تھی وہ آہستہ چلتے تھے۔ نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے اور بڑھاپے میں ڈاڑھی کو خضاب نہیں کرتے تھے۔ وہ اس زمانے کے لوگوں میں بڑے طاقتور شخص سمجھے جاتے تھے۔ کسی کا بازو پکڑ لیتے تھے تو وہ سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔ مدت تک کشتی لڑتے رہے تھے۔ سپہ گری کے اصولوں اور قاعدوں سے پوری طرح واقف تھے۔ میدان میں نکلتے تو شیر کی طرح جھپٹ کر حملہ کرتے اور ان کی تلوار بجلی کی طرح کوند جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اسی خوبی کی وجہ سے انہیں اسد اللہ یعنی اللہ کا شیر کہا چنانچہ وہ اپنے اس لقب سے بہت مشہور ہیں۔

بدر جہاں پہلی مرتبہ حضرت علیؓ کی بہادری کے جوہر کھلے مدینہ سے اسی میل کے

Marfat.com

فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ یہاں مسلمانوں اور کافروں میں جو لڑائی ہوئی اس میں دونوں طرف بڑی بڑی فوجیں نہیں تھیں۔ قریش کے لشکر میں ایک ہزار سپاہی تھے، جن میں سو سواروں کا ایک رسالہ بھی تھا۔ ان کے مقابلہ میں صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے، پھر بھی اس لڑائی میں مسلمانوں کو جو کامیابی ہوئی اس کا اثر سارے عرب پر پڑا اور قریش جنہیں اپنی بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اچھی طرح جان گئے کہ ایک مسلمان ان کے چار جوانوں پر بھاری ہے۔

یہ لڑائی رمضان کے مہینے میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تو آگے آگے سیاہ رنگ کے دو جھنڈے تھے۔ ان میں ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اس زمانے کا دستور تھا کہ جس کے ہاتھ میں علم ہوتا تھا وہ فوج کا افسر سمجھا جاتا تھا وہ ہاتھ میں علم لے کر جس طرف بڑھتا تھا ساری فوج اسی طرف جھک پڑتی تھی۔ بدر کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک چھوٹے سے دستے کے ساتھ دشمن کی خبر لینے کے لیے بھیجا جو یہ پتا لگا کے آئے کہ قریش کی فوج کتنی ہے؟ انہوں نے اپنا لشکر کہاں اتارا ہے؟ مسلمانوں نے بڑا کام یہ کیا کہ بدر پہنچتے ہی چشموں پر قبضہ کر لیا۔

سترھویں رمضان کو دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ قریش کے لشکر کا سردار عرب کا نامور شہسوار عتبہ تھا۔ وہ سب سے پہلے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں نکلا۔ ادھر سے تین انصاری بڑھے۔ عتبہ نے ان سے کہا تم ہمارے جوڑ کے نہیں ہو اس لیے ہم تم سے نہیں لڑیں گے۔ اب حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ عبیدہؓ حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی تھے اور حضرت حمزہؓ چچا تھے۔ عتبہ سے حضرت حمزہؓ کا سامنا ہوا اور اس کے بیٹے ولید پر حضرت علیؓ جا پڑے عتبہ اور اس کا بیٹا ان دونوں کے ہاتھوں مارے گئے لیکن شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ جھپٹے اور ایک ہی وار میں شیبہ کو بھی ختم کر دیا۔ یہ دیکھ کے قریش کو بہت غصہ آیا اور وہ سب تلواریں سونت سونت کے آ پڑے۔ ادھر سے مسلمان بھی بڑھے اور بڑے زور کی لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ جس طرف بڑھتے تھے فوج کی صفیں

Marfat.com

کائی کی طرح پھٹ جاتی تھیں۔ اس معرکہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے کئی کافر مارے گئے۔ آخر قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے سامنے پاؤں جمانا مشکل ہے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور اتنے ہی قید کر لیے گئے۔ مسلمانوں میں سے صرف چودہ جانبازوں نے شہادت پائی۔

بدر کی لڑائی سے کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے حضرت علیؓ کا بیاہ کر دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کے پاس ایک زرہ اور ایک گھوڑے کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے زرہ چار سو اسی درہم میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اس طرح مہر ادا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود نکاح پڑھایا اور ان دونوں میاں بیوی کے حق میں دعا فرمائی۔ شادی سے کوئی دس گیارہ مہینے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان میں اٹھ گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو میکے سے جہیز کا جو سامان ملا اس میں ایک پلنگ تھا' ایک چادر' ایک بستر' ایک مشکیزہ اور دو چکیاں' حضرت علیؓ کو کبھی زیادہ روپیہ پیسہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی تھی پھر بھی زرہ کی قیمت میں سے جو روپے بچ رہے تھے' ان سے ولیمہ کی دعوت کا انتظام کیا۔ دستر خوان پر صرف جو کی روٹی' کھجوریں' پنیر اور شوربا تھا پھر بھی اس زمانے میں مسلمانوں کی جو حالت تھی' اس کے لحاظ سے یہ دعوت خاصی پُر تکلف معلوم ہوتی تھی۔ شادی کے بعد بھی حضرت علیؓ کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اب بھی وہی فقر و فاقہ کی زندگی تھی اذخر ایک خاص قسم کی گھاس ہے اس کے گٹھے باہر سے مدینہ لا کر بیچتے تھے۔ اس سے تھوڑے سے پیسے ہاتھ آ جاتے تھے اور جو روکھا سوکھا میسر ہوتا تھا۔ اسے کھا کے اللہ کا شکر ادا کرتے تھے گھر میں کوئی نوکر چاکر بھی نہیں تھا۔ حضرت فاطمہؓ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ گھر میں جھاڑو دیتیں چکی پیستیں اور جو کچھ میسر ہوتا پکا کر شوہر کے سامنے لا رکھتیں۔

بدر کی لڑائی سے اگلے سال احد کا معرکہ پیش آیا۔ جس میں قریش تین ہزار سپاہی لے کے مدینہ پر چڑھ آئے ادھر سے رسول اللہ ﷺ نے سات سو سپاہی لے کے

Marfat.com

انہیں مدینہ سے باہر نکل کے روکا۔ اس لڑائی میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے ایسی بہادری دکھائی کہ دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ دونوں بہادر جدھر بڑھتے تھے لاش پر لاش گراتے چلے جاتے تھے۔ آخر کافروں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کے وہ تیرانداز جنہیں پہاڑ کی گھاٹیوں پر مقرر کیا گیا تھا اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ ان کا ہٹنا تھا کہ قریش کا ایک دستہ جو پہاڑ کے پیچھے تھا مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور دیکھتے دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور حضرت حمزہؓ جن کی بہادری کے سامنے رستم و اسفندیار کی شجاعت کی داستانیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں' شہید ہو گئے۔ خود رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے اور مسلمانوں میں یہ خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ نے شہادت پائی۔ اس حالت میں اکثر لوگوں کی ہمت جواب دے گئی لیکن حضرت علیؓ برابر میدان میں ڈٹے رہے جس جگہ رسول اللہ ﷺ تھے' وہاں لڑائی کا زور تھا۔ ہر طرف سے کافر زغہ کر کے بڑھے چلے آتے تھے لیکن مٹھی بھر جاں نثار حملے کر کے انہیں بار بار ہٹا دیتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے تو حضرت علیؓ نے گرتے ہوئے علم کو سنبھالا۔ ایک ہاتھ میں علم تھا دوسرے میں تلوار برستی تلواروں کی گھٹا میں علم لہرا رہا تھا اور تلوار کی بجلی کوند رہی تھی۔ دشمن کی فوج کا علم ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کو للکارا انہوں نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا تو وہ زمین پر گر پڑا۔ دوسرے ہاتھ میں اس کا کام تمام تھا لیکن اسی حالت میں وہ ننگا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے یہ حال دیکھ کے منہ پھیر لیا اور دشمن کو زندہ چھوڑ کے چلے آئے۔

دشمن سمجھتا تھا کہ بس اب میدان مار لیا لیکن حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ کے مٹھی بھر جاں نثاروں نے لوہے کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔ اس لیے قریش رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچ سکے۔ جب دشمن کے حملوں کا زور گھٹا تو حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پھر ڈھال میں پانی بھر کے لائے اس سے زخم دھویا خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کے اس کی راکھ زخم پر ڈالی اور خون بند ہو گیا۔

Marfat.com

خندق کی لڑائی

مدینہ کے آس پاس کے علاقے میں بہت سے یہودی آباد تھے جو آئے دن شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ احد کی لڑائی کو دو برس ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکسایا۔ وہ بہت بڑی فوج کے ساتھ مدینہ پر چڑھ آئے۔ یہودی بھی اپنی فوجیں لے کران کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا صلاح یہ ٹھہری کہ مدینہ میں خندق کھودی جائے۔ کافر ایک مہینہ تک مدینہ کو گھیرے پڑے رہے۔ مدینہ میں رسد کم تھی، اس لیے مسلمانوں پر کئی کئی دن کے فاقے گزر جاتے تھے۔

اب لڑائی شروع ہوئی اور کافروں نے پتھروں اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ ادھر سے بھی جواب دیا گیا ایک دن سارے لشکر نے مل کے حملہ کیا اور قریش کے لشکر سے چار مشہور بہادر گھوڑے کدا کے خندق کے پار پہنچ گئے۔ ان میں عمرو بن عبدود بھی تھا جس کی بہادری کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی تھی۔ عمرو بہت بوڑھا تھا پر اس بڑھاپے میں بھی وہ ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا اور بڑے بڑے بہادر اس کا سامنا کرتے ہچکچاتے تھے۔ وہ تین دوسرے سواروں کے ساتھ آیا اور اس نے پکار کے کہا کون ہے جو میرے مقابلہ پر آئے۔ ادھر سے حضرت علیؓ آگے بڑھے اس نے وار کیا حضرت علیؓ نے ڈھال پر روکا لیکن یہ وار اس زور کا تھا کہ تلوار ڈھال سے گزر کر ماتھے پر لگی۔ اگرچہ اوچھا سا زخم آیا مگر

Marfat.com

اس کا نشان عمر بھر رہا' زخم کو کھا کے حضرت علیؓ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹے اور ایسا وار کیا کہ تلوار شانے کو کاٹ کے سینے تک اتر آئی۔ عمرو گھوڑے سے گرا تو باقی تینوں شہسوار بڑھے لیکن حضرت علیؓ کی تلوار چمکی تو بھاگے ان میں سے دو تو جانیں بچا کے نکل گئے ایک خندق میں گر پڑا اور مارا گیا۔

خندق کی لڑائی میں مسلمانوں کو کافروں سے دست بدست لڑنے کے موقع بہت کم ملے زیادہ تر تیروں سے لڑائی ہوتی رہی۔ آخر قریش کے لشکر میں غلہ کم پڑ گیا اور لوگ رسد کی کمی سے تنگ آ گئے۔ ایک رات اس زور کی آندھی چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ کافر پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے۔ آندھی کا زور شور دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

خندق کی لڑائی سے اگلے سال حدیبیہ کی صلح کا واقعہ پیش آیا۔ آنحضرت ﷺ نے چودہ سو صحابیوںؓ کو لے کے حج کا ارادہ کیا۔ حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش لڑنے پر تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہیں رک گئے۔ یہیں قریش کے ایلچی پہنچے اور ان سے معاہدہ ہوا جو حدیبیہ کا صلح نامہ کہلاتا ہے۔ اس صلح نامہ کی شرطیں یہ تھیں کہ مسلمان اس سال مکہ نہ آئیں۔ اگلے سال آئیں اور تین دن ٹھہر کے چلے جائیں لیکن مکہ میں جو مسلمان ہیں وہ انہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکیں گے۔ یہ صلح نامہ حضرت علیؓ نے لکھا تھا انہوں نے عبارت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھا۔ قریش کے ایلچیوں نے اعتراض کیا کہ ہم انہیں رسول اللہ ﷺ نہیں مانتے تو عہد نامہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کیوں لکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لفظ کو مٹانے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہنے لگے میں تو اپنے ہاتھ سے یہ لفظ مٹا نہیں سکتا آخر رسول اللہ ﷺ نے خود یہ لفظ مٹا دیا۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد مسلمانوں نے خیبر کے یہودیوں کی طرف توجہ کی۔ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف نت نئی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ خیبر میں ان کے کئی مضبوط قلعے

Marfat.com

تھے۔ لڑائی کے فن میں بھی انہیں مہارت تھی۔ اکثر بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم قریش نہیں' جنہیں مسلمان آسانی سے دبا لیں گے۔ ہم سے مقابلہ پڑا تو ساری بہادری دھری رہ جائے گی۔ خیبر میں بڑے زور کے معرکے پڑے اور مسلمانوں نے لڑ بھڑ کے ان کے کئی قلعے چھین لیے۔ صرف قموص کا قلعہ رہ گیا تھا جو بہت مضبوط سمجھا جاتا تھا۔ اس قلعے کا حاکم مرحب تھا جو بڑا مشہور شہسوار تھا پہلے حضرت ابوبکرؓ اسے فتح کرنے گئے اور ناکام لوٹے پھر عمرؓ کو بھیجا گیا انہیں بھی ناکامی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیارا ہے اور اسی کے ہاتھوں خیبر فتح ہوگا۔ دوسرے دن آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کے علم دیا۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں اس لیے وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

حضرت علیؓ نے پوچھا' یارسول اللہ ﷺ میں لڑ بھڑ کے ان لوگوں کو مسلمان بنا لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لڑنے سے پہلے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ کیونکہ تمہاری کوششوں سے اگر ایک شخص نے بھی اسلام قبول کر لیا تو وہ بڑی سی بڑی نعمت سے اچھا ہے لیکن یہودیوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ حضرت علیؓ قموص کے سامنے پہنچے تو قلعہ کا پھاٹک کھلا اور مرحب جنگی ہتھیار لگائے سرتاپا لوہے میں ڈوبا ہوا نکلا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کے روکا اور ایسی تلوار ماری جو سر کاٹ کے دانتوں تک اتر آئی۔ مرحب کے مرتے ہی یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

خیبر کی لڑائی کے زمانے میں حضرت علیؓ کے بھائی' حضرت جعفر طیارؓ جو ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے واپس آئے اور کئی برس کے بعد دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شام کو عیسائیوں سے لڑنے کے لیے فوج بھیجی تو حضرت جعفرؓ بھی اس میں شامل تھے۔ جب مسلمانوں کی فوج کے افسر حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے تو حضرت جعفرؓ نے علم سنبھالا اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمن بھی عش عش کرا ٹھے۔ ان کے بائیں ہاتھ میں علم تھا۔ داہنے ہاتھ میں تلوار داہنا ہاتھ کٹ کے گرا تو

Marfat.com

بائیں ہاتھ سے علم سنبھالا وہ بھی کٹ گیا تو علم کو دانتوں میں پکڑ لیا اور جب تک بن پڑا علم کو گرنے نہ دیا۔ انہوں نے تلواروں اور برچھیوں کے نوے زخم کھا کے جان دی۔

ہجرت کے آٹھویں سال مکہ پر چڑھائی ہوئی۔ اس موقعہ پر دس ہزار جاں نثار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مکہ میں داخل ہوتے وقت علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اس موقع پر لڑائی بھڑائی کی نوبت نہیں آئی اور تلوار میان سے نکالے بغیر مکہ فتح ہو گیا۔ خانہ کعبہ میں کافروں نے بہت سے پتھر کے بت لا کے رکھ دیئے تھے اور اللہ کے اس گھر میں جسے حضرت ابراہیمؑ نے سچے اللہ کی عبادت کے لیے بنایا تھا پتھر کی بے جان مورتیوں کی پوجا ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خود کعبہ میں پہنچ کر ان بتوں کو نکالا۔ اس موقع پر حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اب صرف تانبے کا ایک بت باقی رہ گیا تھا جو لوہے کی سلاخ کے سہارے پر کھڑا تھا۔ یہ بت بڑی اونچائی پر تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے کندھے پر چڑھا کے اس بت کو گرانے کا حکم دیا انہوں نے اسے سلاخ سے الگ کر کے توڑ ڈالا۔

مکہ کی فتح کے بعد حنین کی لڑائی پیش آئی۔ ہوازن اور ثقیف عرب کے دو بہت بڑے قبیلے تھے' جو مدت سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ مکہ فتح ہو گیا تو بھڑک اٹھے اور فوراً مسلمانوں پر چڑھائی کر دی ادھر سے مسلمان بھی بڑھے مکہ اور طائف کے درمیان حنین کا میدان ہے۔ یہیں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ دشمن نے رات ہی کو حنین کے آس پاس کی گھاٹیوں میں اپنے تیرانداز بٹھا دیئے تھے۔ ابھی پوری طرح صبح بھی نہیں ہوئی تھی' ٹیلوں اور گھاٹیوں پر دھندلکا چھایا ہوا تھا کہ دشمن بڑی تیزی سے بڑھا اور نیزے تانے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ ساتھ ہی تیراندازوں نے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ مسلمانوں کی فوج میں قریش کے بہت سے سپاہی تھے جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ سب سے پہلے انہیں کے قدم اکھڑے۔ انہیں بھاگتے دیکھ کے اور لوگ بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور آنحضرت ﷺ

Marfat.com

کے ساتھ بہت تھوڑے جانثار رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو پکارا تو وہ پلٹ پڑے اور زور سے دشمن پر آ گرے کہ کھلبلی ہی ڈال دی۔

احد کی لڑائی کی طرح اس موقعہ پر بھی حضرت علیؓ نے بڑی بہادری دکھائی۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا' دشمن تلواریں سونتے نیزے تانے بڑھے چلے آ رہے تھے لیکن حضرت علیؓ چٹان کی طرح میدان میں پاؤں جمائے کھڑے تھے اور ان کی تلوار دشمن کی فوج میں جو کالی کالی بدلیوں کی طرح امڈی چلی آتی تھی' بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ انہوں نے بڑھ بڑھ کے ایسے حملے کیے کہ دشمن کی صفوں کو الٹ کے رکھ دیا۔ کافروں کا سپہ سالار علم ہاتھ میں لیے بڑے زور سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جس طرف وہ علم لیے بڑھتا ساری فوج اسی طرف جھک پڑتی تھی۔ حضرت علیؓ نے اسے بڑھ کر للکارا اور ایک ہی وار میں کاٹ کے ڈال دیا۔ سپہ سالار کے مرتے ہی دشمن کی فوج میں بددلی پھیل گئی اور پھر مسلمانوں نے ایسے ایسے حملے کیے کہ ہوازن اور ثقیف دونوں قبیلوں کے بہادر جو بڑے دعوؤں سے تلواریں باندھ کے آئے تھے' بھاگ کھڑے ہوئے۔

حنین کی جنگ بڑی لڑائیوں میں سے تھی۔ مسلمانوں کی فوج میں بارہ ہزار سپاہی تھے لیکن دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ فوج تھی۔ اس سے پہلے مسلمان کسی لڑائی میں اتنی بڑی فوج لے کے نہیں آئے۔ حنین کے بعد اوطاس کی لڑائی ہوئی یہاں بھی کافروں نے بڑی فوج جمع کر رکھی تھی لیکن مسلمانوں کے سامنے کوئی پیش نہ چلی اس معرکہ میں بھی حضرت علیؓ بڑی بے جگری سے لڑے۔

رسول اللہ ﷺ ان معرکوں سے فارغ ہو کے مدینہ پہنچے تو خبریں آنی شروع ہوئیں کہ روم کا بادشاہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ خود بڑھ کے دشمن کو روکیں چنانچہ آپ ﷺ لشکر لے کے تبوک کے مقام پر پہنچے۔ جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت علیؓ ہر لڑائی میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے تھے لیکن اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے کنبے کے لوگوں کی حفاظت کیلئے مدینہ میں

Marfat.com

رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو اس بات کا بڑا خیال تھا کہ جہاد کے ثواب میں انہیں حصہ نہیں ملے گا' اس لیے بہت پریشان تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا علیؓ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ میرے نزدیک تمہارا وہی درجہ ہو جو موسیٰ کے نزدیک ہارونؑ کا تھا۔

رسول اللہ ﷺ تبوک پہنچے تو معلوم ہوا رومی عیسائیوں کے حملہ کی خبر غلط تھی پھر بھی آپ ﷺ کے تشریف لانے کی خبر سن کے بہت سے عیسائی سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت قبول کی۔

رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے تو حج کا زمانہ قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کے بھیجا۔ جونہی سورہ براءت نازل ہوئی آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو مکہ بھیجا کہ لوگوں کو سورہ براءت سنائیں اور ساتھ ہی اعلان کر دیں کہ کوئی کافر حج نہ کرے کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں کہ ننگے بدن کعبہ کے گرد پھرے۔

عرب کے جنوب میں یمن کا علاقہ ہے۔ یہاں کے اکثر لوگ اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان میں اسلام پھیلانے کے لیے بھیجا۔ وہ چھ مہینے وہاں رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ہجرت کے دسویں سال آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا یمن میں مجھ سے زیادہ تجربہ کار لوگ موجود ہیں' میں ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کیونکر کرسکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔ پھر اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور انہیں سیاہ علم دے کر یمن بھیج دیا۔ حضرت علیؓ کی زبان میں مٹھاس اور طبیعت میں نرمی تھی۔ ان کی باتیں سن کے اور ان کی چال ڈھال دیکھ کر طبیعتیں خود بخود ان کی طرف کھنچی تھیں انہیں یمن پہنچے صرف چند روز ہوئے تھے' جو لوگ ابھی تک اپنے باپ دادا کے طریقے کے مطابق بتوں کی پوجا کر رہے تھے' ان کے پاس آ آ کے مسلمان ہونے لگے اور ہمدان کے قبیلہ میں تو ایک شخص بھی ایسا نہ رہا جس کے دل پر اسلام کی سچائی نقش نہ ہوگئی ہو۔

Marfat.com

حضرت علیؓ یمن سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ حج کے لیے مکہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ بھی اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری حج تھا' اس لیے حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ حج سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے' مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ بیماری کے زمانے میں وہیں رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔ حضرت علیؓ اس زمانے میں بڑی جانفشانی سے آپ ﷺ کی خدمت کرتے رہے۔ 12 ربیع الاول کو رسول اللہ ﷺ اپنے سچے مولا سے جا ملے۔ آپ ﷺ کو غسل دینے کفنانے اور لحد میں اتارنے کی سعادت بھی حضرت علیؓ ہی کو نصیب ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دے کے تین چادروں کا کفن پہنایا اور حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن کر دیا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا صدمہ تو سارے مسلمانوں کو ہونا تھا جس نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی' سن ہو گیا۔ بعض لوگوں کو تو یقین نہیں آتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سچ مچ دنیا سے اٹھ گئے ہیں لیکن حضرت علیؓ کو اس صدمہ نے بالکل نڈھال کر دیا تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد وہ گھر سے بہت کم نکلتے تھے۔ سب سے زیادہ صدمہ حضرت فاطمہؓ کو تھا۔ حضرت علیؓ نے انہیں تسلی دینے اور ان کی دل دہی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی پر یہ صدمہ انہیں گھلائے جا رہا تھا۔ آخر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ مہینے کے بعد انہوں نے انتقال کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر پچیس برس کے قریب تھی۔ انہوں نے دو صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ اور دو صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اپنی یادگار چھوڑے جب تک وہ زندہ رہیں حضرت علیؓ نے دوسری شادی نہیں کی۔

آنحضرت ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک یہ چھ مہینے حضرت علیؓ نے گھر ہی پر گزارے' اس زمانے میں دوسرے کاموں سے تھوڑی بہت فرصت مل جاتی تھی تو قرآن جمع کرتے تھے چنانچہ یہ کام اس زمانے میں مکمل ہو گیا۔ اب تک انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی لیکن حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد خود جا کے بیعت کی۔

Marfat.com

اس زمانے میں روم اور ایران سے لڑائیاں شروع ہو چکیں تھیں اور بڑے زور کے معرکے ہو رہے تھے لیکن حضرت علیؓ کسی لڑائی میں شامل نہیں ہوئے البتہ حضرت ابوبکرؓ کو ضروری معاملات میں مشورے ضرور دیتے تھے چنانچہ خلیفہ اول نے مشورہ کے لیے صحابہؓ کی جو مجلس مقرر کر رکھی تھی اس میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے۔

حضرت علیؓ نے ہمیشہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی تھی۔ ان پر ایسا بھی زمانہ آیا کہ کئی کئی وقت کھانے کو کچھ نہ ملا ایسی حالت میں وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارہ کرتے تھے جب خیبر فتح ہوا اور وہاں کی زمین مسلمانوں میں بانٹ دی گئی تو حضرت علیؓ کو تھوڑی سی زمین ملی چنانچہ اسی کی آمدنی پر گزارہ ہوتا تھا حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں دوسرے صحابہؓ کا وظیفہ مقرر کیا تو حضرت علیؓ کا بھی وظیفہ مقرر ہوا اور ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی لیکن اب بھی وہ روکھا سوکھا کھاتے اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے اور اپنی ضرورتوں سے جو بچتا وہ خیرات کر دیتے تھے۔ ان کے دسترخوان پر عام طور پر جو کی روٹی اور کھجوریں ہوتی تھیں کئی بار ایسا ہوا کہ کھانا کھانے بیٹھے ہیں اتنے میں کوئی محتاج آ گیا' کھانا اسے کھلا دیا اور خود بھوکے رہے۔ وہ چھوٹی آستینوں کا کرتہ پہنتے تھے جس کے بازو پوری طرح نہیں ڈھکتے تھے۔ اس کے ساتھ تہ بند باندھتے تھے سر پر عمامہ ہوتا تھا کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے تھے۔

حضرت عمرؓ اکثر معاملات میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔ جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے تھے' وہ عام طور پر ان کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ ایک بار کسی بات کا فیصلہ کرنے میں حضرت عمرؓ سے غلطی ہوئی۔ حضرت علیؓ نے ٹوکا حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی غلطی مان لی اور کہا اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

ایران کی لڑائیوں میں نہاوند کی لڑائی بہت بڑی لڑائی تھی۔ ایرانی اپنی ساری فوج سمیت کے نہاوند میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر چاہا کہ حضرت علیؓ مسلمانوں کی فوج کی کمان کریں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ہاں لڑائی کے انتظام کے بارے میں مشورے ضرور دیئے اور حضرت عمرؓ نے انہیں مشوروں پر عمل کیا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں ان کے مشوروں کو بہت اہمیت دیتے تھے اوران کی بڑی عزت کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے تو ان کی رشتہ داری بھی تھی یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ حضرت عمرؓ سے بیاہی ہوئی تھیں لیکن ان دونوں بزرگوں کی خلافت کے زمانے میں حضرت علیؓ نہ تو مدینہ سے باہر نکلے نہ کوئی عہدہ قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت خلافت کے لیے چھ آدمیوں کے نام تجویز کیے تھے اور کہا تھا۔ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنالو۔ ان میں چار بزرگوں نے اپنے نام واپس لے لیے اور صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ باقی رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ کیا اور وہی خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب فساد کی آگ بھڑکی تو حضرت علیؓ نے اسے ٹھنڈا کرنے کی بڑی کوشش کی۔ ایک مرتبہ مصر کے لوگ حضرت علیؓ کے کہنے سننے سے واپس چلے گئے لیکن راستہ میں انہیں ایک شخص ملا جو مصر کے حاکم کے پاس ایک خط لیے جا رہا تھا۔ یہ خط حضرت عثمانؓ کی جانب سے تھا اور اس میں لکھا تھا کہ یہ لوگ جو مدینہ سے مصر واپس آ رہے ہیں ان سب کو قتل کر ڈالا جائے یہ دیکھ کے وہ لوگ بہت ناراض ہوئے وہیں سے الٹے پاؤں پھر کے مدینہ واپس پہنچے اور حضرت علیؓ سے مل کے وہ خط دکھایا۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا یہ آپ نے کیا کیا۔ انہوں نے وہ خط دیکھ کے کہا میں نے نہ تو خط لکھوایا ہے نہ لکھا ہے۔ لوگوں کو شبہ تھا کہ اصل میں یہ ساری شرارت حضرت عثمانؓ کے چچیرے بھائی مروان کی ہے لیکن حضرت عثمانؓ اسے اپنے پاس سے الگ کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

خط کے واقعہ کے بعد حضرت علیؓ نے اس جھگڑے میں کوئی دخل نہیں دیا لیکن جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا تو حضرت علیؓ نے پھر انہیں سمجھانے کی کوشش کی وہ نہ مانے تو اپنے دونوں صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ ان کے ساتھ بعض اور صحابہؓ کے فرزند بھی موجود تھے۔

Marfat.com

باغیوں نے جب حملہ کیا تو امام حسنؓ اور ان کے ساتھیوں نے جو دروازے پر پہرہ دے رہے تھے انہیں روکا اور امام حسنؓ تو اس کشمکش میں زخمی بھی ہو گئے پھر بھی باغی نہ رکے۔ دوسری طرف سے دیوار چڑھ کر اندر گھس آئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت افسوس ہوا جو لوگ حفاظت پر مقرر تھے انہیں برا بھلا کہا اور حضرت امام حسنؓ کو ناراض ہوئے اور کہا کہ تمہارے ہوتے ہوئے عثمانؓ کس طرح شہید ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ بھی حضرت علیؓ کی بڑی عزت کرتے تھے اور دونوں بزرگوں میں بڑا اتحاد تھا۔ حضرت علیؓ انہیں مشورے بھی دیتے رہتے تھے لیکن انہوں نے ان کے تمام مشوروں پر عمل نہ کیا۔ حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ مختلف علاقوں کے حاکم جو بالکل خودسر ہو گئے ہیں ان سے اگر سختی برتی جائے تو حالت سدھر سکتی ہے لیکن حضرت عثمانؓ بہت نرم دل تھے وہ کسی پر سختی نہیں کر سکتے تھے پھر ان پر اپنے چچیرے بھائی مروان کا بڑا اثر تھا جو آئے دن نت نئے فساد اٹھاتا رہتا تھا۔

Marfat.com

خلافت

حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہا پہلے تو انہوں نے صاف انکار کر دیا لیکن جب لوگوں نے اصرار کیا تو خلیفہ بننے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تیسرے دن ذی الحجہ کی اکیسویں کو مسجد نبویؐ میں مہاجرین اور انصار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے اس طرف توجہ کی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتا چلا کے انہیں سزا دی جائے۔ حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیرنے میں جو لوگ شریک تھے' ان کی گنتی ہزاروں تک پہنچتی تھی اور سارا مدینہ ان سے بھرا پڑا تھا لیکن یہ لوگ قاتل نہیں تھے صرف حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیرنے میں شریک تھے۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو اس وقت صرف ان کی بیوی نائلہ ان کے پاس تھیں۔ ان سے قاتلوں کا پتا پوچھا تو انہوں نے کہا پہلے محمد بن ابی بکر مکان کے اندر داخل ہوئے ان کے پیچھے پیچھے دو آدمی اور تھے۔ محمد بن ابی بکر کو سب لوگ جانتے تھے کیونکہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں پکڑا انہوں نے کہا میں مکان میں ضرور داخل ہوا تھا لیکن انہوں نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی کہ میں شرمندہ ہو کر پلٹ آیا میں نہ تو ان کے قتل میں شریک تھا نہ ان کے قاتلوں کو جانتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی سے پوچھا گیا کہ

Marfat.com

تو انہوں نے کہا۔ محمد بن ابی بکر ٹھیک کہتے ہیں یہ وہاں سے ہٹ آئے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ قاتلوں کو پہچانتی ہیں تو انہوں نے کہا میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت علیؓ نے قاتلوں کا پتا چلانے کی بڑی کوشش کی لیکن کوئی سراغ نہ ملا یوں تو بصرہ' کوفہ اور مصر کے اکثر بڑے بڑے آدمی حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے میں شریک تھے لیکن یہ پتا لگانا مشکل تھا کہ حضرت عثمانؓ کا اصل قاتل کون ہے؟

حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ صوبوں کی حکومت ان کے رشتہ داروں کے قبضہ میں ہے۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو حکومت سے الگ کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگ مقرر کیے۔ ان لوگوں نے ہاتھ سے حکومت نکلتی دیکھی تو فساد کی آگ کو اور بھڑکایا اور ہر طرف شور مچ گیا کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہیے۔ ان لوگوں میں سب سے آگے امیر معاویہؓ تھے جو شام کے وسیع صوبہ کے حاکم اور حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ادھر بصرہ میں کچھ لوگ جمع ہوئے انہوں نے طلحہؓ اور زبیرؓ جیسے اونچے درجہ کے صحابیوں اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو اپنے ساتھ ملا کے یہ کہنا شروع کیا کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔

ابھی تک حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگ سکا تھا لیکن جن لوگوں نے بغاوت میں حصہ لیا تھا ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی اور حضرت علیؓ خود انہیں لوگوں سے گھرے ہوئے تھے۔ وہ ان لوگوں سے کیونکر بدلہ لے سکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے بہتیرا کہا کہ ذرا امن ہونے دو لیکن لوگوں نے ان کی بات نہ مانی۔ اصل میں دونوں طرف ایسے لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ امن نہ ہونے پائے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں حصہ لیا تھا' وہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ کو ذرا اطمینان نصیب ہوا تو ہماری خیر نہیں۔ دوسری طرف مروان بن حکم اور اسی قسم کے اور لوگ تھے جنہیں یہ خیال تھا کہ حضرت علیؓ کو سب مسلمانوں نے خلیفہ مان لیا تو ہمیں کون پوچھے گا۔ حضرت

Marfat.com

عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ تو لینا چاہتے ہیں' صرف اس انتظار میں ہیں ذرا امن ہو لے تو وہ صلح صفائی پر آمادہ ہو گئے لیکن جن فسادیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا' انہوں نے ایسی چالیں چلیں کہ آپس میں صلح صفائی نہ ہو سکی۔

حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا کہ ادھر مکہ میں مروان بن حکم نے فساد پھیلا رکھا ہے' ادھر عراق میں لوگ ان کی مخالفت پر آمادہ ہیں تو مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ بعض صحابہؓ نے روکا اور کہا کہ آپ کا مدینہ کو چھوڑ کے جانا کسی طرح مناسب نہیں۔ انہوں نے جواب دیا عراق پر مخالفوں کا قبضہ ہو گیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی چنانچہ مدینہ سے چلے ابھی راستے ہی میں تھے اتنے میں خبر آئی کہ طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے امام حسنؓ کو کوفہ بھیجا۔ وہاں کے لوگ ان کی حمایت پر آمادہ ہو گئے اور ساڑھے نو ہزار سپاہیوں کی ایک جماعت ان سے آ ملی۔

بصرہ کے پاس پہنچ کے حضرت علیؓ نے پھر صلح کی کوشش کی۔ دونوں طرف کے لوگ صلح پر آمادہ تھے اور امید تھی کہ لڑائی بھڑائی کی نوبت نہیں آئے گی لیکن دونوں فوجوں میں کچھ ایسے بھی لوگ موجود تھے جنہیں اپنا فائدہ اسی میں نظر آتا تھا کہ صلح نہ ہونے پائے۔ انہوں نے رات ہی کو جنگ چھیڑ دی۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت علیؓ نے گھوڑا بڑھایا اور حضرت زبیرؓ کا نام لے کے پکارا۔ دیکھنے والے یہ سمجھے کہ دونوں لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں ابھی تلواریں میانوں سے نکل آئیں گی لیکن وہاں معاملہ ہی اور تھا۔ آنکھیں چار ہوتے ہی دلوں میں محبت نے جوش مارا۔ حضرت علیؓ نے کچھ پرانی باتیں یاد لائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک پیشین گوئی کا ذکر کیا۔ حضرت زبیرؓ پر ان باتوں کا بڑا اثر ہوا کہنے لگے مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ آپ سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ آپ حق پر ہیں پھر گھوڑا پھیرا اور بصرہ کی راہ لی حضرت طلحہؓ نے انہیں میدان سے ہٹتے دیکھا تو انہوں نے بھی لڑائی سے ہاتھ

Marfat.com

اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ مروان بن حکم بھی اس موقع پر موجود تھا۔ اُسے معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ بھی جا رہے ہیں تو تاک کے ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا اور تھوڑی دیر میں ان کا کام تمام ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ کو ایک شخص نے راستے میں شہید کر ڈالا۔ حضرت علیؓ کو خبر ملی تو بے حد افسوس ہوا اب میدان میں صرف حضرت عائشہ رہ گئی تھیں۔ وہ اونٹ پر سوار تھیں اور بصرہ اور کوفہ کے بڑے بڑے بہادر اونٹ کو گھیرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ بڑی بے جگری سے لڑے آخر ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اونٹ بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھتے ہی لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے بڑھ کے حضرت عائشہؓ کو اونٹ سے اتارا پھر حضرت علیؓ خود ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عربی میں اونٹ کو جمل کہتے ہیں۔ اس لیے یہ لڑائی جنگ جمل کہلاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس موقع پر حکم دے دیا تھا کہ لوٹ مار بالکل نہ کی جائے جو لوگ لڑائی سے بھاگ نکلے ہیں ان کا پیچھا بھی کوئی نہ کرے۔

حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو بصرہ میں لا کے اتارا اور چند دن وہاں رکھنے کے بعد انہیں مدینہ بھیج دیا۔ حضرت علیؓ کئی میل تک خود ان کے ساتھ گئے ان کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ایک منزل ان کے ساتھ رہے۔ رخصت ہوتے وقت سب کی عجیب کیفیت تھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ لڑائی غلط فہمی کا نتیجہ تھی علیؓ سے میرا کوئی جھگڑا نہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا آپ سچ کہتی ہیں۔ آپ ہم سب کی ماں ہیں اور آپ کی عزت کرنا ہم پر واجب ہے۔

بصرہ میں چند روز رہنے کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کا رخ کیا۔ لوگوں نے ایک محل میں جہاں کوفہ کا حاکم رہا کرتا تھا' انہیں اتارنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ کو عالی شان محل اور عیش و عشرت کے سامان ہمیشہ سے ناپسند تھے۔ اس لیے محل میں نہیں اترے ایک میدان میں اتر پڑے اور مسجد میں جا کے دو رکعت نماز ادا کی۔ جمعہ کا دن آیا تو ایسا پُر اثر خطبہ دیا کہ اس کی تاثیر سے لوگوں کے دل پگھل گئے۔ اب تک مدینہ خلافت کا مرکز چلا آتا

تھا لیکن حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا صدر مقام بنایا۔

اب حضرت علیؓ کے سب سے بڑے مخالف امیر معاویہؓ تھے۔ وہ بیس بائیس برس سے شام کے حاکم چلے آتے تھے۔ خودمختاری کی آرزو ان کے دل میں موج مار رہی تھی۔ ان کے پاس بہت بڑا لشکر تھا۔ روپے پیسے کی بھی کمی نہیں تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے انہیں بیعت کے لیے لکھا تو انہوں نے جواب دیا۔ آپ عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے پھر سارا شام آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا۔ پہلے کچھ مدت تک دونوں طرف سے قاصد آتے جاتے رہے' بیچ بیچ میں جھڑپیں بھی ہوتی رہیں' آخر جب حضرت علیؓ نے دیکھا کہ امیر معاویہؓ صلح پر آمادہ نہیں تو دریائے فرات سے پار اُترے' امیر معاویہؓ نے بڑھ کے روکا اور صفین کے میدان میں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔

امیر معاویہؓ کی فوج پہلے صفین پہنچی تھی اور انہوں نے پہنچتے ہی دریا کے گھاٹ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ بڑی تیزی سے بڑھے اور جاتے ہی مخالفوں کو ہٹا کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حضرت علیؓ کو یہ ناپسند تھا کہ صرف ان کی فوج دریا کے پانی سے فائدہ اٹھائے اور امیر معاویہؓ کے لشکری پیاسے رہیں۔ حکم دے دیا کہ جو چاہے دریا سے پانی بھرے' ہماری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔ صفین کے میدان میں تین مہینے تک فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ دونوں طرف کے لوگ آپس میں ملتے جلتے اور ایک دسترخوان پر بیٹھ کے کھانا کھاتے تھے۔ آپس میں بحثیں بھی ہوتی تھیں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ اس کوشش میں مصروف تھے کہ کسی طرح آپس میں صلح صفائی ہو جائے۔ دونوں طرف سے بار بار لڑائی کی تیاریاں ہوتی تھیں لیکن کچھ لوگ بیچ میں پڑ جاتے تھے اور لڑائی چھڑتے چھڑتے رُک جاتی تھی۔ تین مہینے کے بعد لڑائی شروع ہوئی لیکن رجب کا چاند نظر آیا تو دونوں فریقوں نے ہاتھ روک لیا۔

رجب سے محرم کے اخیر تک لڑائی پھر رُکی رہی' محرم کا مہینہ ختم ہوا تو بڑے زور کے معرکے شروع ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی تلوار

Marfat.com

برابر میان میں رہی تھی۔ لیکن اب انہوں نے تلوار نکالی تو اب بھی اُس میں اگلی سی کاٹ تھی۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے بڑی زور کا حملہ کیا۔ وہ فوج کے آگے آگے تھے لیکن جس طرف جھکتے تھے صفوں کی صفیں الٹتے چلے جاتے تھے۔ اس طرح صفوں کو توڑتے وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں امیر معاویہؓ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور للکار کے کہا کہ معاویہؓ مسلمانوں کو کیوں لڑاتے ہو' آؤ ہم تم جھگڑے کا فیصلہ کر لیں۔ لیکن معاویہؓ جانتے تھے کہ حضرت علیؓ کے سامنے جو آیا مارا گیا۔ اس لیے میدان میں نہ آئے۔

کئی معرکوں کے بعد ایک روز بڑے زور کی جنگ ہوئی' دونوں فوجیں صبح سے شام اور شام سے دوسری صبح تک لڑتی رہیں۔ اس لڑائی میں حضرت علیؓ کی فوج کے ایک سردار مالک اُشتر خوب لڑے اور کچھ لوگ تلواریں مارتے امیر معاویہؓ تک جا پہنچے۔ انہوں نے پہلے بھاگنے کا ارادہ کیا' پھر پلٹ کھڑے ہوئے اور بڑے گھمسان کا رَن پڑھا۔ دوسرے دن مالک اُشتر زور دے کے شامی فوج کے داہنے بازو پر زور ڈالتے اور انہیں دباتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس وقت صاف نظر آ رہا تھا کہ امیر معاویہؓ کی فوج کے قدم اُکھڑے جا رہے ہیں اور کوئی دم میں لڑائی کا فیصلہ ہوا چاہتا ہے۔ اتنے میں امیر معاویہؓ کی فوج کے سپاہی نیزوں پر قرآن باندھے بڑھے اور پکار کے کہا' قرآن ہمارے تمہارے درمیان ہے' حضرت علیؓ کی فوج نے قرآن کو دیکھ کے ہاتھ روک لیا اور لڑائی بند ہو گئی۔

اب امیر معاویہؓ کا پیغام آیا کہ میں چاہتا ہوں اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے۔ ایک پنچ میں مقرر کرتا ہوں' ایک تم مقرر کرو۔ وہ دونوں قرآن کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ حضرت علیؓ کی فوج میں عراق کے لوگ کثرت سے تھے' انہوں نے ایک زبان ہو کے کہا' یہ طریقہ بہت اچھا ہے غرض یہ صلاح ٹھہری کہ اس جھگڑے کا فیصلہ پنچوں پر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت علیؓ اپنی طرف سے عبداللہ بن عباسؓ کو پنچ مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن کوفہ اور بصرہ کے حاکموں نے اصرار کر کے ابو موسیٰ اشعریؓ کو پنچ بنایا۔ امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ پنچ مقرر ہوئے اور یہ قرار پایا کہ رمضان کے مہینے میں فیصلہ سُنا دیا جائے۔

Marfat.com

امیر معاویہؓ فوج لے کے دمشق چلے گئے جو شام کا صدر مقام تھا۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کا رُخ کیا۔ لیکن اُن کی فوج دو حصوں میں بٹ گئی کچھ لوگ پنچ مقرر کرنے کے حامی تھے اور کچھ کہتے تھے کہ قرآن کو چھوڑ کے انسانوں کو پنچ بنانا گناہ ہے۔ ان دونوں گروہوں میں جھگڑے ہوتے رہتے تھے اور بات بات پر تلواریں میان سے نکل آتی تھیں۔ حضرت علیؓ بڑی مشکل سے اُنہیں لے کے کوفہ پہنچے لیکن جو لوگ پنچوں سے فیصلہ کرانے کے خلاف تھے وہ حضرت علیؓ کی فوج سے الگ ہو گئے۔ یہ لوگ خارجی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اب پنچوں کے فیصلہ کا حال سنو' عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو سمجھا بجھا کے یہ فیصلہ کرنے پر رضامند کر لیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں سے کسی کو خلیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں۔ چنانچہ جب لوگ فیصلہ سُننے جمع ہوئے تو پہلے ابو موسیٰؓ نے کھڑے ہو کے کہا ہم دونوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کو چھوڑ کر مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں۔ عمرو بن العاصؓ کی باری آئی تو اُنہوں نے کہا ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت علیؓ کو خلافت سے الگ کر دیا ہے۔ میں اُن کی جگہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ اس پر ہر طرف شور مچ گیا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

جو لوگ شروع سے پنچوں کے فیصلہ کے خلاف تھے' اُنہیں جب یہ معلوم ہوا کہ کیا فیصلہ ہوا اور کس طرح ہوا' تو وہ بھڑک اُٹھے۔ حضرت علیؓ فوج لے کے شام کی طرف بڑھنا چاہتے تھے کہ خارجیوں نے فساد اٹھایا۔ نہروان کے مقام پر حضرت علیؓ سے ان کی لڑائی ہوئی اور اڑھائی ہزار خارجی مارے گئے۔ امیر معاویہؓ نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کے مصر پر قبضہ کر لیا۔ مدینہ اور یمن پر بھی فوجیں بھیجیں اور ہر طرف سے نئے نئے فتنے سر اُٹھانے لگے۔

اصل میں حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ لوٹ آئے' وہ کسی شخص کو شریعت کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھتے تھی تو سختی سے ٹوکتے تھے۔ کوئی حاکم بیت المال سے ایک پائی بھی لے لیتا تھا تو اسے سخت سزا دیتے تھے اور اس معاملہ میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ اپنے گھر کے لوگوں سے اُن کا یہی سلوک تھا۔ ایک مرتبہ ان کی صاحبزادی

Marfat.com

اُم کلثومؓ نے بیت المال سے کچھ شہد اور گھی لے لیا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور دام وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیئے۔ ایک بار بیت المال میں کچھ نارنگیاں آئیں' حضرت امام حسینؓ نے اُن میں سے ایک نارنگی لے لی۔ حضرت علیؓ نے نارنگی چھین لی اور پھر ساری نارنگیاں اُسی وقت تقسیم کر دیں۔ جس شخص کا اپنے گھر کے لوگوں سے یہ سلوک ہو اس سے کسی دوسرے کو رُو رعایت کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ ان سے ناراض ہو کے امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور تو اور عبداللہ بن عباسؓ جو حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی تھے ان سے الگ ہو کے مکہ چلے گئے۔

امیر معاویہؓ بڑے ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھا کھاتے تھے' اچھا پہنتے تھے' محلوں میں رہتے تھے اور جی کھول کر خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ حضرت علیؓ سے ٹوٹ کر اُن سے جا ملے۔ ان کی بڑی خاطریں ہوئیں' بڑے بڑے عہدے اور جاگیریں ملیں' لیکن حضرت علیؓ کی یہ سختی صرف صوبوں کے حاکموں کے ساتھ تھی۔ عام لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک بہت اچھا تھا۔ بیت المال میں جو روپیہ آتا تھا' غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ذمیوں یعنی دوسرے مذہب کے لوگوں سے بھی ان کا سلوک بہت اچھا تھا۔ جس ذمی میں جزیہ ادا کرنے کی سکت نہیں ہوتی تھی' اُس سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ عیسائیوں اور آتش پرستوں کے مذہبی پیشواؤں کو بھی جزیہ معاف تھا۔ ایران اور آرمینیا میں کئی بار بغاوتیں ہوئیں' حضرت علیؓ نے اِن بغاوتوں کو بڑی سختی سے دبا دیا۔ لیکن وہاں کے لوگوں کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا جسے وہ مدتوں یاد کرتے رہے۔ غرض صوبوں کے حاکموں کے ساتھ وہ جتنی سختی کرتے تھے' عام لوگوں سے اتنی ہی نرمی برتتے تھے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بڑے بڑے سردار انہیں چھوڑ کے چلے گئے اور ان کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو انہیں حق پر سمجھتے تھے اور ان کی خاطر مصیبتیں اٹھانے اور سختیاں جھیلنے پر تیار تھے۔

Marfat.com

شہادت

نہروان کی لڑائی کے بعد حضرت علیؓ کا ارادہ تھا کہ شام پر حملہ کیا جائے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں انہوں نے ایسی باتیں کہیں کہ لوگوں کے دل ہل گئے اور ہر طرف سے آوازیں آئیں کہ "امیرالمؤمنین! ہم لڑنے پر تیار ہیں۔ چنانچہ لڑائی کی تیاریاں بڑے زور سے شروع ہوئیں۔ کچھ فوج کوفہ سے اکٹھی کی گئی اور دوسرے علاقوں میں فوج جمع کرنے کے لیے آدمی بھیجے گئے۔

اِدھر تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں' اُدھر خارجی جو نہروان کی لڑائی میں شکست کھا چکے تھے' اسی فکر میں تھے کہ مسلمانوں میں جو خانہ جنگی ہو رہی ہے اس سے کیونکر نجات ملے؟ حج کے موقع پر بہت سے خارجی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور بڑی بحثوں کے بعد یہ طے پایا کہ جب تک تین شخص یعنی حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ دنیا میں موجود ہیں' مسلمانوں میں یونہی تلوار چلتی رہے گی۔ چنانچہ خارجیوں میں سے تین آدمیوں نے اِن تینوں کے قتل کا بیڑا اُٹھایا۔ اُن میں سے جس شخص نے حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لیا تھا اس کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا۔ وہ کوفہ پہنچا تو ایک خارجی عورت سے اس کی ملاقات ہوئی' یہ عورت بہت خوبصورت تھی اور اس کا خاوند اور بھائی نہروان کی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ اس نے ابن ملجم سے کہا۔ تم اگر حضرت علیؓ کو قتل کر ڈالو تو میں تم سے شادی کرلوں گی'

Marfat.com

اس کی باتوں نے ابن ملجم کو اپنے ارادہ میں زیادہ مضبوط کر دیا۔ چنانچہ اُس نے ایک ہزار درہم میں ایک تلوار خریدی' اسے زہر میں بجھایا اور حضرت علیؓ صبح سویرے اُٹھ کے مسجد میں نماز پڑھنے آئے تو شبیر اور ابن ملجم نے جو گھات لگائے بیٹھے تھے' حملہ کیا۔ شبیر کا وار خالی گیا لیکن ابن ملجم کی تلوار کا وار سر پر پڑا' زخم تو زیادہ معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی' زہر بڑی تیزی سے جسم میں سرایت کر گیا۔ شبیر تو وار کر کے بھاگ کھڑا ہوا اور بچ کے صاف نکل گیا' ابن ملجم نے بھی بھاگنا چاہا لیکن پکڑا گیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بلایا۔ انہیں نصیحتیں کیں' اپنے قاتل کے متعلق کہا' اسے کھانا کھلاؤ' پانی پلاؤ اور اچھی طرح رکھو اگر میں مر گیا تو اسے قتل کر ڈالنا کیونکہ شریعت کا حکم یہی ہے۔ لیکن اسے ایذا نہ دینا۔ عرب کے پرانے قاعدے کے مطابق اس کے کان اور ناک وغیرہ نہ کاٹنا۔ اسلام نے اِن باتوں کی ممانعت کر دی ہے اور اگر میں بچ گیا تو یہ میری مرضی ہے کہ چاہے اس سے اپنا بدلہ لوں' چاہے اُسے بخش دوں۔ لوگوں نے پوچھا ہم آپ کے بعد امام حسنؓ کو خلیفہ بنائیں جواب دیا' میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے روکتا ہوں۔ یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے جس طرح چاہو اسے طے کر لو۔

حضرت علیؓ پونے پانچ برس خلافت کر کے رمضان 40ھ کی سترھویں تاریخ کو شہید ہوئے۔ موت کے وقت ان کی عمر 63 برس کی تھی۔ ابن ملجم نے صبح کے وقت ان پر وار کیا اور وہ رات تک زندہ رہے۔ حضرت امام حسنؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور کوفہ کے ایک قبرستان میں دفن کر دیا۔ باقی دو خارجی جو امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے تھے' ناکام ہوئے۔ امیر معاویہؓ کے اوچھا سا زخم آیا جو چند دنوں میں اچھا ہو گیا اور عمرو بن العاصؓ کے دھوکے میں ایک اور شخص مارا گیا۔

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ اُن کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں جن سے سترہ صاحبزادیاں اور چودہ صاحبزادے ہوئے۔ ان میں حسنؓ، حسینؓ، محمد بن حنیفہؒ اور عباسؓ مشہور ہیں۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ

حضرت علیؓ چار سال نو مہینے خلیفہ رہے۔ اگرچہ یہ زمانہ شورشوں اور آپس کی لڑائی جھگڑوں میں گزر گیا۔ پھر بھی ان کی حکومت بڑے عدل و انصاف کی حکومت تھی۔ صوبوں کے حاکم اور بڑے بڑے عہدہ دار تو اُن سے خوش نہیں تھے کیونکہ وہ ان پر بڑی سختی کرتے تھے اور انہیں بیت المال سے ایک پائی بھی نہیں لینے دیتے تھے۔ ہاں عام لوگ ان سے بہت خوش تھے' بیت المال میں جو کچھ آتا تھا وہ اسے محتاجوں اور غریبوں میں بانٹ دیتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں کو ان کے حصہ سے زیادہ کچھ نہیں دیتے تھے' سارا مال لوگوں میں تقسیم ہو چکتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ بیت المال میں جھاڑو دلواتے' پانی چھڑکواتے پھر نماز پڑھتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ یہ بوجھ سر سے اُترا۔

خلافت کے زمانہ میں بھی ان کا یہ حال تھا کہ موٹا سا تہ بند باندھے ہوئے ہیں' اس پر ایک موٹی سی رسی لپٹی ہے' یا دو موٹی موٹی چادریں ہیں' ایک اوڑھ لی ہے دوسری کا تہ بند بنا لیا ہے۔ اس حالت میں دُرہ لیے کوفہ کے بازاروں میں یہ دیکھتے پھر رہے ہیں کہ کہیں دوکاندار ناپ تول میں بددیانتی تو نہیں کرتے۔ ایک دن بازار میں کھڑے تھے' دیکھا۔ ایک لونڈی رو رہی ہے' پوچھا تم کیوں رو رہی ہو' وہ کہنے لگی: میرے آقا نے ایک درہم کی کھجوریں منگوائی تھیں' وہ اسے پسند نہیں آئیں۔ اس لیے پھیر دیں' اب دکاندار واپس نہیں لیتا۔ حضرت علیؓ نے دکان دار سے کہا' بھائی کھجور بیچنے والے کھجوریں لے لے

Marfat.com

اور درہم واپس کر دے۔ اُس نے آپ کو دھکا دیا' یہ دیکھ کے لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کیا تو نہیں جانتا یہ امیر المومنین ہیں۔ دوکاندار نے یہ سُن کے کھجوریں لے لیں اور درہم واپس کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ سے کہنے لگا میں چاہتا ہوں آپ مجھ سے خوش ہو جائیں' انہوں نے فرمایا مجھے صرف یہی چیز خوش کر سکتی ہے کہ تو لوگوں کو اُن کا پورا حق دے دیا کرے۔

ان کے کپڑے میں کئی کئی پیوند ہوتے تھے' کپڑا پھٹ جاتا تھا تو خود اسے سی لیتے تھے۔ جوتی پھٹ جاتی تو اُس کی مرمت بھی خود ہی کرتے تھے۔ جاڑے کے زمانے میں بھی ان کا یہ حال ہوتا تھا کہ ایک ہی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور سردی سے سارا جسم کانپ رہا ہے' ایک دفعہ کپڑا خریدنے نکلے' آپ کا غلام قنبر ساتھ تھا' دو موٹی موٹی چادریں خریدیں' پھر قنبر سے کہنے لگے ان میں جو تجھے پسند ہے لے لے۔ ایک اُس نے لے لی دوسری حضرت علیؓ نے اوڑھ لی لوگ دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ معمولی معمولی لوگ بھی خلیفہ سے اچھا کھاتے ہیں اور اچھا پہنتے ہیں۔

حضرت علیؓ کو اتنی مہلت ہی نہیں ملی کہ ملک فتح کرتے۔ پھر بھی سیستان اور کابل کے علاقے میں مسلمانوں نے پیش قدمی کی۔ بمبئی کے ساحل پر کوکن کا علاقہ ہے جو ان دنوں سندھ میں شامل تھا' اُس پر بھی مسلمانوں نے حملہ کیا۔

انہوں نے امیر معاویہؓ سے لڑائی کے زمانے میں جو فوجی انتظام کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے طور طریقوں کو خوب سمجھتے تھے مثلاً عراق اور شام کی سرحد پر انہوں نے فوجی چوکیاں قائم کیں۔ دریائے فرات پر پُل باندھا' ایران میں شورش ہوئی تو وہاں کئی مضبوط قلعے بنوائے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں جو تنخواہیں مقرر کی تھیں' ان میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ جو لوگ بدر کی جنگ میں شریک تھے' انہیں سب سے زیادہ تنخواہ ملے۔ جو بعد میں اسلام لائے انہیں اس سے کم لیکن حضرت علیؓ نے یہ فرق مٹا دیا اور سب کو یکساں تنخواہ ملنے لگی۔

حضرت علیؓ بچپن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے' اُن سے قرآن پڑھا' دین کے نکتے سیکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اُن کی تلوار

Marfat.com

نے بڑی بڑی گتھیاں سلجھائیں اور حنین کی لڑائی میں جہاں بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے وہ چٹان کی طرح پاؤں جمائے کھڑے رہے۔ وہ جیسے بہادر تھے ویسے ہی عالم بھی تھے۔ بڑی بڑی اُلجھی ہوئی گتھیوں کو اِس آسانی سے سلجھا دیتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں بہت سے الجھے ہوئے مقدموں کے فیصلے کیے ہیں جنہیں ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو اچھی خاصی کتاب ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی اکثر باتوں میں ان کے مشوروں پر عمل کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اس لیے اگر انہیں اپنی خلافت کے زمانہ میں اطمینان نصیب ہوتا تو ضرور مسلمانوں کی حالت سُدھر جاتی اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں وہ دور ہو جاتیں۔ لیکن آپس کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے انہیں اتنی مہلت ہی نہ ملی اور جب انہوں نے لوگوں کی حالت سُدھارنے کی کوشش کی تو صوبوں کے حاکم الٹے ان سے ناراض ہو گئے۔

لوگوں کی یہ حالت دیکھ کے حضرت علیؓ کو سخت افسوس ہوتا تھا اکثر راتوں کو اٹھ اُٹھ کے رویا کرتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوتا تھا کہ فلاں علاقہ کے حاکم نے کسی شخص سے بے انصافی کی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے تھے۔ انہیں شان و شوکت کی زندگی سے سخت نفرت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ دوسرے لوگ بھی ان کی طرح سیدھی سادی زندگی بسر کریں۔ مال و دولت کی طمع دلوں سے نکل جائے۔ لیکن جن لوگوں کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کی چاٹ پڑ گئی تھی وہ کب ان کی بات سنتے تھے۔

لڑائی میں ان کا طریقہ یہ تھا کہ نہتے پر وار نہیں کرتے تھے دشمن بدحواس ہو جاتا یا بھاگ کھڑا ہوتا تو اس کی جان بخش دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت علیؓ نے ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور بدحواسی میں اس کا تہ بند کھل گیا۔ حضرت علیؓ نے منہ پھیر لیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے دشمن کو گرا کے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اس حالت میں اس نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا آپ فوراً اس کے سینے سے اٹھ بیٹھے اور اس کی جان بخش دی۔ کسی نے پوچھا آپ نے یہ

Marfat.com

کیا کیا' کہنے لگے۔ میں تو اس سے اللہ کے لیے لڑ رہا تھا' اس کی اس حرکت کے بعد اگر میں اُسے قتل کر ڈالتا' تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں نے اس سے بدلہ لیا ہے۔

شروع شروع میں حضرت علیؓ کی حکومت بڑے وسیع علاقے پر تھی اور امیر معاویہؓ کے قبضہ میں صرف شام اور فلسطین کے علاقے تھے' لیکن امیر معاویہؓ نے آہستہ آہستہ بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا اور حضرت علیؓ کے قبضہ میں تھوڑا سا علاقہ رہ گیا لیکن اس علاقے کی رعایا سے بہت اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ خاص طور پر ایرانی تو حضرت علیؓ کی انصاف پسندی سے بہت خوش تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ نوشیرواں کا زمانہ پھر پلٹ آیا ہے۔

اس زمانہ میں عربی زبان کے قاعدے اور اصول بنے۔ ابوالاسود دویلی ایک شخص تھا' حضرت علیؓ نے اسے گریمر کے موٹے موٹے قاعدے بتا دیئے تھے' انہیں پر اُس نے عربی زبان کی گریمر کی بنیاد رکھی۔ صوفیوں کے بہت سے سلسلے بھی حضرت علیؓ ہی سے چلے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حسن بصریؒ نے جن تک صوفیوں کے کئی خانوادوں کا سلسلہ جا پہنچتا ہے' حضرت علیؓ ہی سے فیض پایا تھا۔

حضرت علیؓ اپنی خلافت کے زمانے میں زیادہ تر کوفہ میں رہے تھے جو عراق کا مشہور شہر ہے۔ اس لیے ان کی وجہ سے فقہ کے بہت سے مسئلے عراق میں پھیل گئے جو آگے چل کے فقہ حنفی کی بنیاد بنے۔ حدیث میں بہت سے بزرگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ' نماز اور دعاؤں کے بارے میں بہت سی حدیثیں حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہیں۔

خلافت راشدہ کا زمانہ جس کی مدت تیس سال ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد سب سے اچھا زمانہ سمجھا جاتا ہے' حضرت علیؓ ہی پر ختم ہو گیا۔ آپ کے بعد جو لوگ حاکم ہوئے اگرچہ وہ بھی خلیفہ کہلاتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد خلافت نہ رہی' بلکہ خلافت کے پردہ میں بادشاہت قائم ہو گئی۔

Marfat.com

Marfat.com

Nigarshat Bestsellers

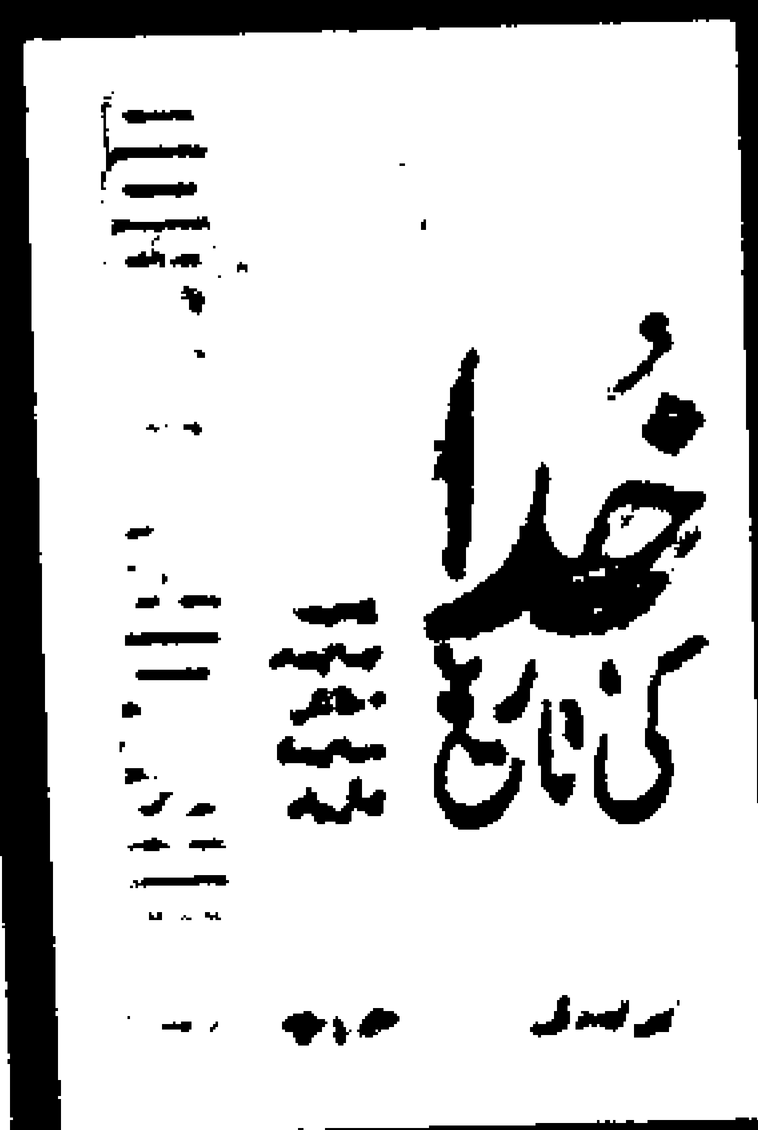

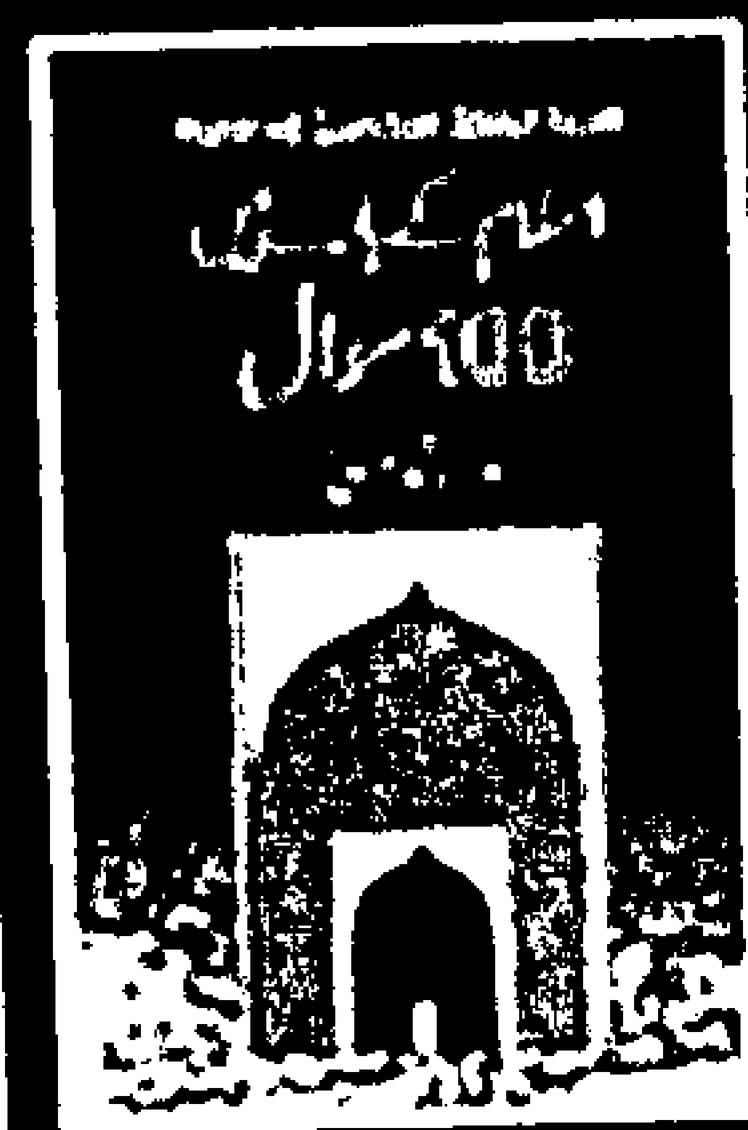

24 مزنگ روڈ، ل
2892 Fax: 7354205
hat@yahoo.com

THE SOURCE OF KNOWLEDGE

297.92 ح 37 خ
68958-U-67

[illegible] اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی المرتضیٰؓ کے پاکیزہ احوال اور
کارناموں پر اردو زبان کے بے بدل ادیب کی نادر و نایاب تصنیف

خلفائے راشدینؓ